نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

THE ALHAKAM

=qadian=

الحکم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

قیمت سالانہ
والیان ریاست و امراء سے ۔/۲۵ صہ
معاونین سے عسہ
عوام سے صر

مدینۃ المسیح دارالامان قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے شائع ہوتا ہے۔

چہ گویم با تو گر آئی بہ قادیاں بینی ٭ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۵ ٭ مورخہ ۱۴/۲۱ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء ٭ نمبر ۲۷-۲۸

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔

میرا ایمان نبوت مسیح موعود علیہ السلام پر

مجھکو اپنی شخصیت کے متعلق الحکم میں کوئی بھی تحریر شائع کرتے وقت ہمیشہ ناقابل برداشت بوجھ معلوم ہوا ہے اور بعض خاص حالتوں میں ہی مجبور ہوا ہوں کہ کسی تحریر کو شائع کر دوں۔ جب سے الحکم جاری ہوا ہے میرے پاس سینکڑوں نہیں ہزاروں خطوط اس قسم کے آئے ہیں۔ جنمیں الحکم کی ذاتی خوبیوں اور ایڈیٹر الحکم کے متعلق حسن ظنی کا اظہار کیا گیا تھا۔ مگر میں نے سبحان اللہ وبحمدہ پڑھکر ایسے خطوط کو عموماً تلف کر دینا پسند کیا۔ میرے مکرم اور معزز ہم قلم بھائی قاضی اکمل صاحب نے ایک نوٹ الحکم میں درج ہونے کے لئے بھیجا ہے میں اسکا اخبار میں درج کرنے سے ضرور مضائقہ کرتا اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کسی شخص کو میرے کسی عقیدہ کے متعلق غلطی لگی ہوئی ہے اور اسکا دور ہونا ضروری ہے۔ جن لوگوں نے خلافت حقہ راشدہ کا انکار کیا ہے انھیں ہمیشہ اسبات کی بہت فکر رہی ہے کہ وہ کسی کو منافق ثابت کریں اور کسی کو بے ایمان قرار دیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسے منکروں سے لئے ہمیشہ حجت ملزمہ قائم کی ہے۔ آج تک ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیسے عظیم الشان مومنین کے متعلق شبہات پیش کرتے ہیں۔ پھر اگر ایڈیٹر الحکم کے ایمان کا موازنہ کوئی کرنے بیٹھے تو اس سے کیا افسوس!

ایمان کا معاملہ محض اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے
اور یہ قیامت ہی کو کھلے گا۔

کیست مومن کیست کافر خود بگردد آشکار

میرے دشمنوں نے جنھوں نے محض میری مخالفت اسلئے کی کہ میں خلافت حقہ کا خادم اور موید ہوں۔ ہمیشہ مجھ پر الزام لگائے مگر خدا تعالیٰ نے واقعات کی روشنی میں انکو خائب و خاسر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر میرا ایمان ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور میں اسپر ہر اس شخص سے جو اسکے خلاف لکھتا ہے مباہلہ کرنے کو آمادہ ہوں۔

بہر حال مکرم قاضی اکمل صاحب سے کسی نے کہا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوۃ پر ایمان نہیں رکھتا۔ ایسے نادان نے بڑا بول بولا اور اس خاکسار پر اتہام باندھا۔ قاضی صاحب مکرم نے اسکے متعلق ایک نوٹ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے میں اس نوٹ کو بجنسہٖ اسلئے درج کر دیتا ہوں کہ کسی کی ہدایت کا موجب ہو۔

(ایڈیٹر)

شیخ یعقوب علی صاحب کا ایمان
نبوت مسیح موعودؑ پر

کچھ عرصہ ہوا اثنائے گفتگو میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کا پرانا عقیدہ کم از کم یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو رسول اور نبی مانتے تھے۔ ہاں اب عقیدہ بنا لیا ہو تو خیر۔

آج اتفاقاً ۲۸؍ جنوری سنہ ء کا الحکم میری نظر سے گذرا اس میں شیخ صاحب مکرم کی وصیت درج ہے جسمیں یہ الفاظ درج ہیں۔ میں علم اللہ اسبات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمالی ظہور کے مظہر تم اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔ وہ خاتم الخلفاء ہیں اور ان تمام تعریفوں کے مستحق ہیں جو میرے قلم سے الحکم میں آپکے متعلق لکھی گئی ہیں۔ بلکہ میں یقیناً ظاہر کرتا ہوں کہ وہ الفاظ آپکے مقام اور رتبہ کے اظہار کیلئے محض ناکافی ہیں۔ اصل یہی ہے واللہ یعلم شانہ وذبتہ العلیا میں نے اس حق کی اشاعت میں نہ اپنے نفس کو دھوکہ دیا ہے۔ اور نہ کسی اور کو والحمد للہ علی ذالک۔

میرے خیال میں اب اس معزز حق یا منکر کی تسلی ہو گئی ہو گی کیونکہ حضرت مسیح موعود کی سنت انکا عقیدہ درج کیا ہے جو جسمیں انکے اپنے دلی جذبات اور قلبی خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ (الحکم)

ذوالفقار کی حق گوئی

معزز ہم عصر ذوالفقار لاہور شیعہ جماعت کا آرگن ہے۔ اور ہمارے ساتھ مذہبی اختلاف ہے لیکن عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ عام معاملات پر اظہار رائے کرتے ہوئے اس نے ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا ہے۔ درحقیقت ایک با اصول اخبار نویس کا یہی فرض ہے۔ کہ وہ محض اختلاف رائے یا عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے دوسرے معاملات میں آزادی سے رائے دینے میں مضائقہ نہ کرے۔ ہم عصر ذوالفقار کے حق نیک کے لئے [illegible] احمدی جماعت کے اس کام کے متعلق رکھتا ہے۔ جو میدان ارتداد میں برنگ انسداد ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی تو ذوالفقار نے متعدد مرتبہ اپنے نیک خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور اب پھر ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں ہم عصر ذوالفقار نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کو میں ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔ تاکہ احمدی جماعت کو معلوم ہو۔ کہ اس کے متعلق نیک رائے کیا ہے۔ میں اس خیال سے بھی درج کر رہا ہوں۔ تاکہ احمدی جماعت کو اپنے فرض کا پہلے سے زیادہ احساس ہو۔ جب کہ اس کے متعلق یہ رائے پیدا ہو چکی ہے۔ اب اس کا فرض ہے کہ وہ اس اعتماد کو کامل طور پر قائم رکھے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ وہ اس مقصد کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کے لئے آمادہ ہے۔ ایڈیٹر؛

اسلامی مبلغین ہر فرقہ کے بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں مگر میدان بہت وسیع ہے۔ اس لئے مبلغین ناکافی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کام بہت طول پکڑے گا۔ اگر احمدی جماعت کی طرح باقی تمام مذاہب کے لوگ یہ احساس کر لیں۔ تو فتح بہت ہی قریب نظر آئے گی اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اسلام کی برکت نے مسلمانوں کو اس میدان میں بہت فتح و نصرت دی ہے۔ مگر یہ خیال رہے۔ کہ برادران وطن کی بلند پروازیوں کا پروگرام بہت بڑا ہے۔ اور انہوں نے اسلام کو مٹا دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ مسلمانوں کو بھی اس کے جواب کے واسطے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ اور متفقہ قوت سے کام کرنا چاہیئے؛

میدان ارتداد سے جو خبریں براہ راست ہمارے دفتر میں پہنچ رہی ہیں۔ ان کو دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش مسلمان وقت کی نزاکت پر نظر نہ ڈال کر کفر کی مشینیں فضول میں چلائے پھرتے ہیں؛

یہ امر ہے۔ کہ ہم سچائی کی عظمت کو کبھی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتے۔ ہم وہ متعصب اخبار نویس نہیں کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کر لیں۔ اور بد دیانتی سے کسی سچے واقعات پر پردہ ڈال دیں۔ ہمارے خیال اور اعتقاد میں مذہبی۔ دیوانہ اخبار کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ نہ ایسی اخبار کے ایڈیٹر کے مذہب کی اہل الرائے کے سامنے کوئی قدر و منزلت ہے۔ ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی دیوانہ ہماری طرف بھی کفر گن کا منہ پھیر دے ہم اس مذہب کو مذہب ہی نہیں خیال کرتے۔ جس میں حق پوشی کو اصول مذہب سمجھ لیا گیا ہو؛

حق تو یہ ہے۔ کہ میدان فتنہ ارتداد میں جس نیک نیتی سے اور کامیابی کے ساتھ اسلام کی خدمت اس وقت احمدی جماعت کر رہی ہے۔ دوسری جماعتیں اس کام میں اگر ان کی تقلید کریں۔ تو نہایت مفید ثابت ہوں۔ مگر واقعات ہمیں برعکس نظر آ رہے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ کفر ساز ملاؤں نے ان کے مبلغین کے عمدہ کام کو دیکھ کر خود ایسا کام کرنے کی وقت پیدا نہیں کی۔ بلکہ وہ تعصب کے غم اور غصہ میں اپنی بھی عقل سے بھی ہاتھ دھو کر ناکارہ اور ان فٹ ہو گئے ہمارے خیال میں ابھی تک احمدی جماعت نے اس میدان میں صرف اسلام کی صداقت کو بیان کر کے مرتد ملکانوں کو واپس لیا ہے۔ اور ان کا کام قابل تحسین اور آفرین ہے۔ غیر احمدیوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ یہ اپنے امام کی فرمانبرداری میں کس قدر جکڑے ہوئے ہیں۔ اور کیا کام کر رہے ہیں۔ اگر اس بات کو مان بھی لیا جاوے۔ کہ ملکانوں کو احمدی احمدی بنا رہے ہیں۔ تو کیا حنفی حنفی نہیں بنا رہے؟

کیا اہلحدیث وغیرہ ان کو شیعہ بنائیں گے۔ یا شیعہ ان کو حنفی اور چکڑالوی بنائیں گے۔ ہر ایک مذہب کے موافق ان کو تبلیغ اسلام کرے گا۔ تو پھر احمدیوں پر شکایت ہی کیا ہے۔ اگر اسی طرح ایک دوسرے پر کفر گن کا ہی استعمال کیا گیا۔ تو یہ مشین سکھ سوامیوں کے پاس ہے۔ معاملہ بگڑ جاوے گا؛

یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ میدان ارتداد میں جس فرقہ سے تعلق رکھنے والے مبلغ زیادہ ہوں گے۔ وہ کامیاب اور سرخرو نکلے گا۔ اس وقت بہ لحاظ تھوڑی جماعت ہونے کے احمدی مبلغ میدان میں زیادہ اترے ہوئے ہیں۔ اور باقاعدہ نظام کے ساتھ ہیں جس سے تعین کیا جاتا ہے۔ احمدی تمام جماعتوں سے بھی زیادہ ہیں۔ اور وہ ضرور اپنی جماعت قوی بنا لیں گے؛

اسی طرح دوسری جماعتوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے اپنے مبلغین میدان ارتداد میں پہنچا کر کامیابی حاصل کریں۔ لیکن یہاں اس میدان میں کفر شکن مبلغین کی ضرورت ہے۔ نہ کہ کفر سازی کی؛

دارالامان کا ہفتہ

۱- حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت الحمد للہ اچھی ہے۔ اور مہمات دینی کے سرانجام دینے میں مصروف ہیں؛

۲- ہفتہ زیر اشاعت میں خاصی بارش ہو گئی۔ جس سے موسم میں برساتی رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ صحت عام طور پر خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ عید اضحی یہاں ۵ جولائی ۱۹۲۲ء کو ہو گی؛

۳- حضرت میر محمد سعید صاحب امیر جماعت حیدرآباد اور سیٹھ حسن صاحب بیڑی مرچنٹ یادگیر ۱۳ طالب علم مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانے کے لئے لائے ہیں جن میں پانچ بچے سیٹھ حسن صاحب کے خاندان کے ہیں۔ حقیقت میں یہ بہت قابل قدر نمونہ ہے۔ اولاد کے تعلقات قادیان سے پیدا کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ بچوں کو یہاں بھیجا جاوے؛

۴- مدرسہ تعلیم الاسلام اور مدرسہ احمدیہ موسمی تعطیلات کے لئے بند ہو رہے ہیں؛

۵- مکرم حافظ روشن علی صاحب اور جناب میر قاسم علی صاحب گوجرہ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ چکوال۔ جہلم وغیرہ لیکچر دیکر دہلی گئے۔ ہر جگہ نہایت کامیابی سے جلسے ہوئے اور غیر احمدی صاحبان نے اسلام کی عزت و جلال کے اظہار کے لئے ہر قسم کی مدد جلسوں کو کامیاب بنانے میں دی؛

۶- دینا نگر ضلع گورداسپور میں مکرم شیخ عبدالرحمن صاحب فاضل مصری نے آریہ سماج دینا نگر سے کامیاب مباحثہ کیا۔ شیخ صاحب آریہ سماج کے ساتھ مناظرہ کرنے میں اب ایک ماہر خصوصی کی حیثیت رکھتے ہیں؛

ناظرین الحکم کو عید اضحی

مبارک

ہو

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں؛
مینجر الحکم قادیان

میں نے علاقہ ارتداد میں کیا دیکھا

نمبر (سوم)

(۱)

گذشتہ نمبروں میں میں نے دکھایا ہے۔ کہ ہماری جماعت کا مخلص اور اشاعت حق کا ہمہ درد گروہ کس ایثار اور جوش سے کام کر رہا ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں۔ جو کسی نہ کسی پہلو سے ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت نہ رکھتا ہو۔ اور جسکی یہ زندگی جماعت کے دیگر افراد کے لئے ہمت افزا نہ ہو۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو اپنی قوم میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر وہ اس میدان عمل میں ایک مزدور اور خدمت گار کا کام کرنے میں ذرا بھی مضائقہ نہیں کرتے۔ یہی وہ روح ہے۔ جو کسی قوم اور ملک کی زندگی اور نشوونما کا ذریعہ ہے۔ مگر قابل غور یہ امر ہے۔ کہ یہ روح اور یہ قوت۔ اس قوم میں کس طرح پیدا ہوئی؟ اس کا ایک اور صرف ایک ہی جواب ہے۔

یہ اخلاص فی العمل کی روح حضرت امام کی توجہ کا نتیجہ ہے

اور سلسلہ کی صداقت کا ایک زبردست نشان

(۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابیوں اور ظفریابیوں کی کلید مخلصین لہ الدین ہی ہونا تھا اور اسلام جب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے۔ اسی ذریعہ اور راستہ سے ہمارے اعمال میں اگر ریا اور نمائش کا ذرا بھی شائبہ ہے تو اندیشہ ہے۔ کہ وہ اعمال رائگان نہ جاویں۔ لیکن اگر ان میں محض خدا کی رضا ہی ہمارا نکتہ نظر اور مقصد اصلی ہو تو یقیناً کامیابی ہماری ہی ہے۔ میں نے گذشتہ نمبر میں ایک مخلص بھائی کا نمونہ پیش کیا تھا۔ آج میں ایک حیرت انگیز مثال ایک اور بھائی کی دکھاتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ خدائی راہ میں خدا ہی کے لئے نکلنے والے کس طرح پر تربیت پاتے ہیں۔ اور اللہ تعالے کس طرح پر ان کی تائید اور نصرت فرماتا ہے۔

(۳)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب زندگیاں وقف کرنے کا اعلان فرمایا۔ تو ایک شخص نے جو ابھی ابھی ایک طویل اور خطرناک بیماری سے اٹھا تھا اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور خدا کی شان دیکھو۔ کہ اسے فوراً روانگی کا بھی حکم مل گیا۔ زاد راہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس کی غیرت وحمیت نے نہ چاہا۔ کہ وہ کسی سے اپنی تہیدستی کا اظہار کرے۔ بٹالہ پہونچکر اس نے فیصلہ کیا۔ کہ امرت سر جاکر اپنے چند پارچات کو فروخت کر دونگا۔ اور اس طرح پر کرایہ وغیرہ کا انتظام کر لونگا۔ اس خیال پر امرت سر کا ٹکٹ اس نے کسی دوست سے قرض لے کر لیا۔ امرت سر پہونچنے پر ابھی اسکو اپنی تجویز پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم مخلص اور سلسلہ کے لئے عاشقانہ رنگ رکھنے والے دوست نے ان سے پوچھا۔ کہ تم نے ٹکٹ لے لیا۔ اس نے کہا کہ لے لونگا۔ اس کے جواب میں کوئی ایسا رنگ نہ تھا۔ جس سے پایا جاتا کہ وہ خالی ہاتھ ہے۔ مگر مومن کی فراست اور نیک اثر کو دیکھو۔ کہ اس دوست نے محسوس کر لیا۔ کہ کرایہ نہیں ہے۔ اس نے فوراً اس کو کرایہ دے دیا۔

آگرہ پہونچکر اس نے پانچ روپیہ صدر دفتر سے قرض لئے اور ان پانچ روپیوں میں اپنا تین ماہ کا عہد پورا کیا اور ڈھائی سیر آٹے پر ۱۸ یوم بسر کئے۔

(۳)

یہ ایک معمولی واقعہ ہے۔ جس میں مبالغہ اور تکلف کا کوئی دخل نہیں۔ لیکن یہ معمولی واقعہ احمدی جماعت کے اس مقام کا پتہ دیتا ہے۔ جہاں خدا کا اولوالعزم نبی جماعت کو لے جا رہا ہے۔ اتنا بڑا مجاہدہ کہ ۱۸ یوم اڑھائی سیر آٹے پر بسر کئے جاویں معمولی بات نہیں۔ اور یہ برداشت اور فاقہ کشی کی قوت خدا کی راہ میں حاصل کر لینا چھوٹی چیز نہیں۔ یہی نہیں بلکہ تین ماہ گذرنے کے بعد اس نے اور تین ماہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور وہ میدان عمل میں اسی جوش اور ہمت کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ جہاں ایک طرف اس بھائی کے اس اخلاص کا پتہ لگتا ہے۔ وہاں جس بھائی نے یہ محسوس کر کے کہ وہ تہیدست ہے۔ اسکی مدد کی اس کی فراست اور حوصلہ اور ایثار بھی کسی پہلو سے کم قابل رشک نہیں۔ وہ خود ایک میدان جنگ میں جا رہا ہے جانتا ہے۔ کہ اجنبی ملک میں اسکی ضرورتوں کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خود اپنی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بھائی کی مدد کے لئے کھڑے ہو جانا اس عہد سعادت کو یاد دلاتا ہے۔ جہاں ایک تڑپتا ہوا صحابی پانی کے لئے پکارتا ہے۔ اور پانی مل جانے پر پاس والے تشنہ کی پکار سنکر اس کو دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ تیسرے کے لئے کہدیتا ہے۔ جب قوم میں یہ روح آجاوے اس کی کامیابی یقینی ہے۔

یہ ایک مثال ہے۔ کہ کس طرح پر ایک احمدی دوسرے کے لئے ایثار کر سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس بھائی کا نام لوں۔ مگر محض اس نیت سے۔ کہ دوسروں کو دعا کا موقعہ ملے میں ظاہر کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ پہلا شخص محمد حنیف ہے۔ اور دوسرا جس نے اس کی مدد کی وہ میرے مکرم بھائی بابو جلال الدین صاحب ریٹائرڈ ریلوے انسپکٹر ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو نیک اعمال کی جزا دے آمین

(۴)

بعض قوموں میں اپنی قومیت کے لحاظ سے ایک نخوت اور کبر ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ مشکل دور ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی کا اثر دیکھو۔ کہ اس نے بڑے بڑے آدمیوں میں سے نخوت اور کبر کے جراثیم کو پورے طور پر ہلاک کر دیا ہے۔ علاقہ ارتداد میں کام کرنے والی جماعت میں ہر طبقہ کے لوگ آرہے ہیں۔ جن میں راجپوت بھی ہیں۔ اس قوم کی شیخی اور انانیت ایک ظاہر بات ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بہت سی نیکیاں جو غربا اور چھوٹی اقوام کے لوگوں کو میسر آجاتی ہیں۔ یہ ان سے محروم رہتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود کے سلسلہ میں داخل ہو کر ان میں جو تبدیلی ہوئی ہے۔ وہ حیرت انگیز اور معجزہ سے کم نہیں۔ فتنہ ارتداد کی انسدادی جماعت میں زندگی وقف کرنے والوں میں احمدی راجپوت بھی کثرت سے ہیں۔ اور ان کے جوش اور اخلاص کا یہ ثبوت ہے۔ کہ انہیں سے جو پڑھے لکھے ہیں۔ انہوں نے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی کہ انہیں کیا کام دیا گیا ہے۔ میرے ایمان میں روزانہ ایک لذت افزا ترقی ہوتی ہے۔ جب میں ایسے بزرگوں کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ مجاہدین کیلئے پانی بھرنے کا کام کر رہے ہیں یا روٹی پکا رہے ہیں۔ یہ محض اخلاص اور ایمان کے کرشمے ہیں۔ کہ وہ ان کو اس سطح سے اتار لایا۔ جس کو وہ اپنے زعم میں علو مرتبت اور شان کا تخت سمجھتے تھے۔ لیکن حقیقت میں وہ کبر و نخوت کے شیطان [illegible] ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوگا۔ کہ وہ ایک چھوٹا کام کر رہے ہیں۔ مگر خدا کی نظر میں وہ آج حقیقی عزت اور حقیقی شرافت اور بزرگی کے مستحق ہوتے ہیں۔ انسان بہت سی باتیں چھوڑ سکتا ہے۔ مگر جو باتیں اس کی ظاہری عزت اور بڑائی کے خیالات پر اثر انداز ہوں ان کے چھوڑنے میں اس کو مضائقہ ہوتا ہے۔ مگر ایمان اور صداقت کی تلوار میں ابھی قوت اور کاٹ ہے۔ کہ وہ جھوٹی نمائشوں اور بزرگیوں کی زنجیروں کو کاٹ کر حقیقی عزت اور بزرگی کا مستحق بنا دیتی ہے۔ جہاں ان بھائیوں کا اپنے نفس کو اس طرح پر کچلنا دنیا ان کی ایمانی قوت اور اخلاص کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ وہاں یہ بزرگ سلسلہ کی صداقت اور عظمت کے زندہ گواہ بلکہ نشان ہیں۔

کوئی ہے جو دیدہ عبرت سے ان باتوں پر نظر کرے

(۵)

میدان ارتداد میں کام کرنا نہایت مشکل اور ہزاروں

سوتوں کو قبول کرتا ہے۔ میں جب اپنے دوستوں کو کام کرتے دیکھتا ہوں۔ اور حالات گرد و پیش کا معائنہ کرتا ہوں۔ تو مجھے یہی سمجھ آتی ہے۔ کہ یہ میدان ہمارے لئے ایک

ٹریننگ سکول ہے

جماعت کو ہر قسم کے مجاہدات میں سے گذار کر خدا تعالیٰ کسی بڑے انعام اور کام کے لئے تیار کر رہا ہے۔ میری یہ سطور ایک وقت آئے گا۔ کہ نہایت ذوق اور شوق سے پڑھی جائیں گی (انشاء اللہ العزیز) جب احمدی جماعت اپنے مقاصد کو حاصل کرے گی۔ جماعت کو جفاکشی کے عادی بنانے اور اتحاد فی العمل اور تعمیل احکام کیلئے ایک جوش اور قوت پیدا کرنے کے لئے اس سے بہترین موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ جماعت بہت جلد ان برکات کے لینے کے قابل ہو سکے گی۔ جو خدا کے برگزیدہ نبیوں کی جماعت کے لئے مقدر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ ہم ان برکات کے پانے والے ہوں۔ آمین ؛

پہلا وفد اپنا کام ختم کر کے واپس گیا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلی سہ ماہی ختم ہو گئی۔ اور وہ لوگ جو اس سہ ماہی میں انسداد ارتداد کے میدان میں اترے تھے۔ اپنا وقت پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو کر اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس میدان میں جب جب بھی لوگ آتے رہیں گے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور خاص اجر اور نشانات کے مستحق ہونگے۔ مگر اس صداقت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ السابقون کے لئے جو مراتب اور مدارج ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ ان کو جن مشکلات اور مصائب میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ پیچھے آنے والوں کے لئے وہ مشکلات نہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں سلسلہ کے خادم قدیم کی حیثیت میں ان تمام احباب کو مبارکباد دیتا ہوں جن کو پہلی سہ ماہی میں کام کرنے کی عزت نصیب ہوئی میں خود بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہوا کہتا ہوں۔

مرا بسر وکہ بنازم بطالع بیدار

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی غریب نوازی سے مجھ کو اٹھایا اور میرے دوسرے بیٹے عزیز محمد ابراہیم علی صاحب سلمہ اللہ کو اور نیز داماد خاکسار کو بھی اس سہ ماہی میں کام کرنے کا موقعہ دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے خدام کی اس خدمت کو جس عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے وہ سلسلہ کی تاریخ میں ایک یادگار ہوگی۔ اور پیچھے آنے والوں کے لئے نشان منزل ؛

الانسان فطرتاً چاہتا ہے۔ کہ اس کی خدمت کی قدر ہو۔ اور یہ جذبہ اس کی فطرت میں اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ خود دوسروں کی قدر کرنا سیکھے۔ اور اس میں احسان شناسی اور محسن کی شکر گذاری کے جذبات پیدا ہوں۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جو شخص انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں خود شکور اور شاکر دو نام ہیں اور یہ بھی اسی لئے کہ انسان کی شکر گذاری کی قوتوں کا نشوونما اور تربیت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی یہ صفات ہیں غرض حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے غلاموں کی خدمات کو نہایت عزت اور قدر کی نظر سے دیکھا اور ان مجاہدین کو اپنی خوشنودی مزاج کی ایک سند عطا فرمائی۔ مجھ کو قادیان کے صیغہ انسداد کی اس بے پروائی کی شکایت کر دینے میں تامل نہیں۔ کہ اس نے سلسلہ کی اس قیمتی اور تاریخی دستاویز کو نہایت معمولی کاغذ پر دستی پریس پر نہایت بدخط چھاپ کر مجاہدین کو روانہ کیا ایک ایک مجاہد اس تحریر کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور قیمتی سمجھتا ہے۔ اور اگر وہ آب زر سے لکھی جاتی۔ تب بھی اس کی وہ قدر نہ ہوتی۔ مگر اس کی طرف دفتر نے توجہ نہیں کی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے یہ الفاظ شاید خوشگوار نہ ہوں۔ مگر میں اس دستاویز کی قدر و منزلت کو اپنے دل میں رکھتے ہوئے اور اس کے ساتھ اس سلوک کو دیکھتے ہوئے قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔ دفتر انسداد کو اس کی تلافی کرنی چاہیئے۔ اور نہایت عمدہ کاغذ پر چھپوا کر حضرت اقدس کے دستخط سے مزین کرا کر مجاہدین کو پھر بھیجنا چاہیئے۔ میں ذیل میں اس سند کو درج کر دیتا ہوں۔ اور ناظرین کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور اڑے وقتوں پر دعا کے لئے تحریک کرتے ہوئے اس سند کو پیش کرنا ان کے لئے ایک قیمتی مدد ہو گی۔ اور میں اپنے ذوق کی بنا پر جو خدا کے فضل سے مجھے ملا ہے۔ انہیں بتاتا ہوں۔ کہ وہ خاص ضرورتوں کے وقت تحریک دعا کے لئے اس سند سے کام لیں۔

وہ سند یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی شیخ محمد ابراہیم علی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم کے ساتھ اپنا وقف کردہ وقت پورا کر کے آپ واپس آ رہے ہیں۔ یہ موقعہ جو خدمت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ اس پر آپ جس قدر خوش ہوں کم ہے۔ اور جس قدر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں تھوڑا ہے۔ ایسی سخت قوم اور ایسے نامناسب حالات میں تبلیغ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور ان حالات میں جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ وہ اپنے نتائج کے لحاظ سے بہت اچھا ہے آپ لوگوں کے کام کی دشمن بھی تعریف کر رہا ہے۔ اور یہ جماعت کی ایک عظیم الشان فتح ہے۔ اور میری خوشی اور مسرت کا موجب اللہ تعالیٰ آپ کے اس کام کو قبول فرمائے۔ میں آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ دعا کرتا رہوں گا ؛

امید ہے۔ آپ لوگ اس کام کو بھی یاد رکھیں گے۔ جو واپسی پر آپ کے ذمہ ہے۔ اور ملکانہ کی تبلیغ سے کم نہیں۔ یعنی اپنے ملنے والوں اور دوستوں میں اس کام کے لئے جوش پیدا کرتے رہنا۔ کیونکہ اس سے بڑی مصیبت اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی محنت آبیاری کسی کے سبب سے برباد ہو جائے۔ مومن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ اور اسے اس کیلئے خود بھی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو

آمین۔ والسلام

خاکسار [illegible]

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ثانی۔ از قادیان دارالامان)

نوشتہ سید عبدالرحیم لدھیانوی

مصری چٹھی

ہماری مساعی اور خدا کا فضل

انسان کا کام تو کوشش کرنا ہے پھر خدا تعالیٰ اسمیں اچھے پھل پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن انسانی کوشش تو کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے فضل اور کرم سے ان کمزوریوں کی پردہ پوشی کر دیتا ہے ؛

اس فضل اور کرم سے ہم کو اخویم مکرم عبدالمجید افندی کامل جیسا شخص مل گیا۔ جو اور دوستوں سے بہت زیادہ سلسلہ کا جوش اپنے اندر رکھتا ہے۔ پانچ مختلف زبانوں کے جاننے کے علاوہ وہ بہترین اخبار نویس اور مصنف ہے۔ عبدالمجید افندی کی عمر پچاس سال سے اوپر ہے۔ اس نے دنیا کے بڑے حصہ کا سفر کیا ہے حال ہی میں اس نے انگریزی نماز جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی لکھی ہوئی کتاب ہے کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب شایع بھی ہو گئی ہے۔ جس کو یہاں کی جماعت نے شایع کیا ہے۔ بالکل انگریزی کتاب کے سایز پر اور باتصویر ہے قیمت ۶ر ہو گی جو دفتر ناظم بک ڈپو یا دفتر الحکم سے بھی مل سکے گی ؛

احباب اس کو اس لئے بھی خریدیں۔ کہ ہمارا منشاء ہے۔ کہ اگر یہ کتاب بک جائے۔ تو [illegible] اور خدمت کا موقع ہے۔ ترجمہ کرنے کے لئے عبدالمجید افندی خدا کے فضل سے مستعد ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ اس نے ایسا شخص کو عطا فرمایا۔ اور پھر یہ بھی فضل ہے ......

دو نماز کے شایع کرنے کی توفیق دی۔ اس سے پہلے جماعت سکندرآباد دکن۔ اور میرے والد صاحب قبلہ کی مہربانی سے حمامۃ البشریٰ طبع ہو چکی ہے۔ اور سیٹھ شیخ محمد سعید صاحب خلف الرشید حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب تاجر جدہ کی توجہ سے شرائط بیعت اور سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات عربی زبان میں طبع ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ٹیچنگ آف اسلام عربی

ٹیچنگ آف اسلام عربی دنیا میں اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے۔ جس کی نسبت مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کتاب کو خدا نے خاص قبولیت عطا فرمائی ہے جہاں یہ کتاب کئی بار اردو میں طبع ہوئی ہے۔ وہاں اس کے تراجم انگریزی۔ فرانسیسی اور گجراتی میں بھی ہو چکے ہیں ؛

اب جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سابق پروفیسر تاریخ الادیان دمشق و وائس پرنسپل بیت المقدس کلمس۔ حال قائمقام ناظر صیغہ تالیف و اشاعت نے بہت عمدہ سلیس اور لطیف عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سید صاحب کی اس عظیم الشان خدمت کے بیش از بیش ثمرات پیدا کرے۔ یہ وہ عظیم الشان کام خدا نے ان کے وجود سے لیا ہے۔ کہ اب عرب کے جن علاقوں میں احمدیت پھیلے گی۔ اس میں بہت کچھ سید صاحب کی کوششوں کا دخل ہوگا ؛

سید صاحب کے سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑے بڑے ارادے ہیں۔ خدا ان کو بار آور کرے۔ آمین ؛

میرے لئے یہ امر باعث فخر ہے۔ کہ یہ کتاب مبارک میری زیر نگرانی مصر میں طبع ہو رہی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اور احباب سے درخواست دعا ہے۔ کہ وہ اس کتاب کے ہر طرح عمدہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ کتاب نصف طبع ہو چکی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں جولائی کے آخیر میں قادیان پہنچ جائے گی۔ پس یہ بھی سلسلہ کی ترقی کا ایک قدم ہے۔ اس پر بھی میں الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں ؛

مصر میں انجمن احمدیہ

خدا کے فضل سے قاہرہ میں ہم نے انجمن احمدیہ قایم کر دی ہے۔ اور عبد المجید افندی کامل اس کے سیکرٹری مقرر کئے گئے ہیں ؛ اور شیخ محمد سعید یوسف سلمہ اللہ ربہ اس کے صدر۔ اللہ تعالیٰ ان دونو حضرات کو بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ اس انجمن کے مد نظر فی الحال مندرجہ ذیل امور ہونگے۔ تبلیغ احمدیت دیگر احمدیوں کو جو اطراف مصر میں ہوں اس سلک میں باندھنا اور مضبوط کرنا ؛

اللہ تعالیٰ ہر طرح سے اس چھوٹی سی جماعت کی مدد فرمائے۔ تمام احباب اور تمام جماعتوں سے دعا کی درخواست ہے ؛

مصر میں پہلا احمدی مبلغ

احمدیت کی تاریخ کو محفوظ کرنے کے خیال سے میں اس امر کا شایع کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آج تک مصر کی زمین کو کن کن بزرگوں نے احمدی مبلغ کے رنگ میں اپنے قدموں سے برکت دی ؛

حقیقی اور صحیح معنوں میں تو پہلے مبلغ حضرت مسیح موعود تھے جنہوں نے اپنی تمام کتابیں سینکڑوں کی تعداد میں یہاں اپنی حیات مبارک میں بھیجیں۔ مگر حضور خود تشریف نہیں لائے اس لئے میں اپنے علم کے مطابق شایع کرتا ہوں ؛

کہ سب سے پہلا بزرگ حضرت مولوی غلام نبی مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ ہیں جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تشریف لائے۔ یہ وہ پہلا بزرگ ہے۔ جو کہ مصر میں تشریف لایا۔ مولوی غلام نبی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی بعض کتب کے نقل کرنے کے لئے یہ سفر کیا تھا۔ اور نہایت ہی جفاکشی سے مصر میں قیام فرمایا۔ مولوی صاحب کا اکثر وقت جامع المؤید دار الکتب سلطانیہ میں گذرتا تھا۔ مولوی صاحب نے یہاں ستہ رسایل کے نام سے ایک کتاب بھی شایع فرمائی تھی۔ مولوی صاحب آہستہ آہستہ لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو مجھ کو جو کہ اس وقت شاہی دار التراجم میں ترجمہ کرتے تھے اور ترک ہیں۔ مولانا موصوف کی اس محبت سلسلہ اور مساعی کا ذکر سنایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا ؛

مولانا موصوف کی زندگی کا میں نے بہت حد تک مطالعہ کیا ہے۔ وہ میرے اوستاد ہیں اور میں نے بہت مدت تک ان سے پڑھا ہے۔ مولوی صاحب کی زندگی اولیاء اللہ کی زندگی ہے۔ اور ان کا وجود صحابہ کرام کے وجود کو دکھلا دیتا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک باب میرا ارادہ ہے کہ کسی وقت الحکم کے ناظرین کے لئے شایع کروں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن سے جماعت کا ایک بڑا حصہ ناواقف ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حقیقی معنوں میں مسلم ہیں۔ اللہ نے مجھ کو توفیق دی تو میں بہت جلد ان کے حالات شایع کروں گا۔ تا کہ جماعت ایسے بزرگوں سے واقف ہو سکے ؛

دوسرے مبلغ حضرت شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری مولوی فاضل

اس کے بعد دوسرے بزرگ حضرت شیخ عبد الرحمٰن صاحب مولوی فاضل و ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ ہیں۔ جو کہ ہماری جماعت میں مصری کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لفظ اس زمانہ مصر کی طرف ہمیشہ اشارہ کرتا رہتا ہے۔ اگرچہ ان کے ساتھ مکرمی سید زین العابدین صاحب ولی اللہ شاہ صاحب بھی تھے۔ مگر وہ جس وقت مصر تشریف لائے تھے۔ اس وقت اوّل تو عربی زبان سے پورے طور پر واقف نہ تھے۔ کیونکہ کالج کی تعلیم چھوڑ کر تشریف لائے تھے۔ اور دوسرے وہ جلد شام کے ملک میں چلے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر شام سے تعلق رکھتا ہے ؛

حضرت شیخ صاحب بھی میرے اوستاد ہیں۔ اور مجھ کو ان سے پڑھنے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ میں شیخ صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں۔ جب کہ وہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں فقط ہائی کے طالب علم تھے۔ اور اپنے پاک نمونے کی وجہ سے مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ میں چھوٹے بچوں کے نگران مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت سے شیخ صاحب کی زندگی کے بہت سے واقعات میری نگاہ سے گذرے اور ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہیں ؛

شیخ صاحب نے ایک معزز ہندو گھرانے میں پرورش پائی اور پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالی تو مسلمان ہو گئے۔ شیخ صاحب کی پاکیزہ زندگی بھی لوگوں کے لئے اسوہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ آج سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک بہترین رکن ہیں۔ اللہم زد فزد ؛

خدا نے توفیق دی تو شیخ صاحب کی زندگی کے ایک حصہ پر اسی طرح سے لکھنے کا عزم رکھتا ہوں۔ جیسے مولوی غلام نبی صاحب کی زندگی پر ؛

شیخ صاحب مصر میں کیسے رہے

شیخ صاحب ازہر کے قریب بہت معمولی درجہ کے مکان میں رہتے تھے۔ اور ہندوستان سے پانچ ہزار کوس کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے سلسلہ کے پیسے کو خرچ کرنے سے بڑا ڈرتے اور یہ چاہتے کہ کس طرح بہت ہی کم خرچ میں گذارہ ہو۔ وہ اپنے کپڑے وغیرہ بھی دھو لینے سے مضایقہ نہ کرتے۔ باوجود اسکے وہ ہندو قوم سے اسلام میں آئے تھے۔ ان کو اسلام سے اس قدر محبت تھی کہ داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اور وضع بالکل سادی جیسے ان کی عادت پہلے سے تھی اس پر باوجود اس کے کہ مصر کے مسلم کہلانے والے مشایخ اور علماء ان کے گرد ہر روز اپنی داڑھیوں پر تیز استرا چلاتے۔ ان کو کبھی اس کی پرواہ بھی نہ ہوتی بلکہ بعض اوقات لوگ یہودی سمجھنے لگ جاتے۔ مگر وہ اپنے عزم سے جو خدا کے لئے تھا نہ ٹلے ؛

تقویٰ اور طہارت کا یہ حال تھا۔ کہ باوجود اس کے کہ مصر ایک بدکاری کا مرکز تھا۔ مگر انہوں نے یوسفی زندگی بسر کی۔ جس کی ان لوگوں کو بھی جو سلسلے سے تعلق نہیں رکھتے۔ آج تک اقرار ہے ہمیشہ اپنے علمی مشاغل کے علاوہ تبلیغ کرتے۔ چنانچہ یہاں حمزہ افندی ایک ترک ہیں۔ جنہوں نے اس سال ازہر کا امتحان عالمیہ دیا ہے۔ اس نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ اکثر احمدیت پر بحث ہوتی اور جب بات بڑھ جاتی۔ تو شیخ صاحب لاحول پڑھتے ہوئے نیچے کی منزل میں چلے جاتے۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ یہ وہ پاکیزہ زندگی تھی جو احمدی طالب علم کی اور احمدیہ مشنری کی تھی۔ مصر وہ مقام ہے۔ کہ جہاں ایک نوجوان کا بدکاری سے بچنا ایسا محال ہے۔ جیسے ہوائی جھونکوں سے۔ مگر باوجود اس کے احمدی طالب علم احمدی مشنری جس رنگ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ معجزانہ ہے۔ اور دشمن بھی اسے دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ یہ ایمان کس کے طفیل میسر آ

ہے۔ اسی کے جس کو دنیا نے کاذب جانا۔ لیکن وہ حقیقت میں خدا کا نبی تھا۔

مسلمان کہلانے والے آج دعا پر ہنستے ہیں اور اس کو ایک لغو بات جانتے ہیں۔ مگر ایک شخص ہندو سے مسلم ہوتا اور مسیح موعود کی صحبت کے طفیل اس کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ دعا سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز اپنی راحت کی نہیں جانتا۔ صرف یہی امر مسیح موعود کی سچائی کے لئے ایک قلب صافی کے لئے کافی ہے ؎

پھر شیخ صاحب جانتے تھے۔ ان کے سر پر کوئی نگران نہیں۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ان کے اعمال کوئی دیکھنے والا نہیں۔ اگر میں تبلیغ نہ کروں۔ تو مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ اور پھر میں تبلیغ کے لئے آیا بھی نہیں۔ مگر شیخ صاحب کی نظر انسانی نظروں پر نہ تھی۔ بلکہ خدائی نظر پر تھی۔ اور خدا بھی کون زندہ خدا جس کو انہوں نے مسیح موعود کے ذریعے دیکھا تھا ؎

بہرحال شیخ صاحب نے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کی اور اپنے علمی مشاغل کے سوا الٰہی پیغام دنیا کو پہنچایا۔ انہی دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ایماء سے انہوں نے ایک ٹریکٹ شائع کیا۔ جس سے بہت کچھ مخالفت کا میدان کھل گیا۔ مگر خدا اپنے بندوں کے قلوب کو مضبوط کر دیتا ہے۔ غرض دوسرے بزرگ حضرت شیخ صاحب تھے ؎

تیسرے مبلغ مولوی عبدالکریم صاحب

پھر جنگ کا زمانہ آگیا جنگ کے ایام میں بہت سے بزرگ مصر کیا دوسرے ممالک میں بھی تشریف لے گئے۔ اور سلسلہ کی خدمت کرتے رہے۔ مگر مصر میں ان نمایاں خدمت کرنے والے بزرگوں میں سے مولوی عبدالکریم صاحب انگریزی فوجوں میں میر منشی تھے۔ ان کا ہیڈکوارٹر اسکندریہ تھا۔ انہوں نے بہت ہی زور سے احمدیت کی تبلیغ اپنے فرائض منصبی کے علاوہ کی۔ حتیٰ کہ اسکندریہ میں ایک جماعت انہوں نے قائم کر دی۔ انہوں نے ایک کتاب اور بہت سے اشتہارات شائع کئے۔ ان کا کام بہت ہی زبردست تھا ؎

چوتھے مبلغ حضرت سیٹھ ابوبکر صاحب

چوتھے نمبر پر میں حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب کا تذکرہ کروں گا۔ جو کہ وقتاً فوقتاً مصر میں آتے رہے۔ اور سلسلہ کی تبلیغ فرماتے رہے۔ اگرچہ ان کا کام بہت پرانا ہے مگر میں نے چوتھے نمبر پر اس لئے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ سیٹھ صاحب نے کبھی مستقل طور پر یہاں رہائش سے کام نہیں کیا۔ مگر جب بھی تشریف لائے اس کام کو خدا کے لئے سرانجام دیتے رہے سیٹھ صاحب کے وجود سے بھی غالباً جماعت کا بہت کم حصہ واقف ہے۔ انشاء اللہ کسی دوسرے وقت ان کے متعلق لکھنے کا عزم ہے

پانچواں مبلغ خاکسار شیخ محمود احمد ہے

تعلیمی مشاغل کے علاوہ حتی الوسع سلسلہ کے ذکر کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ اور کسی حد تک خدا تعالےٰ نے اس کو قبولیت کا مرتبہ بخشا۔ الحمد للہ ؎

چھٹا مبلغ شیخ محمد سعید صاحب

میرے کچھ عرصہ بعد شیخ محمد سعید صاحب یوسف خلف الرشید سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اپنے علمی اور تجارتی کاروبار کے باوجود سلسلہ کی تبلیغ کو ہمیشہ فرض منصبی جانا۔ اور میری بہت حد تک مدد کی۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے

عیسائیوں کا ایک کام

یہاں پر عیسائی بڑی محنت سے گھن کے کیڑے کی طرح سے لگے ہوئے ہیں ؎

چنانچہ شبان المسیحین کی انجمن نے یہاں ۵۵ ہزار پونڈ کو ایک عمارت خریدی ہے۔ اور وہاں پر اپنا کلب گھر اور دفتر بنا لیا ہے۔ اس سے ہماری جماعت کے بزرگ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ غیر قومیں کس رفتار سے اپنے مذہب کی ترقی کے لئے سعی کر رہی ہے۔ غور کیا جائے۔ صرف قاہرے کی انجمن جو صرف نوجوانوں کی ہے۔ نے ۵۵ ہزار پونڈ کو ایک عمارت خریدی ہے۔ اس کے برخلاف ہماری رفتار کیسی ہے۔ اس کا اندازہ ہم میں سے ہر ایک لگا سکتا ہے ؎

والسلام طالب دعا
خادم شیخ محمود احمد ۱۸ مئی ۱۹۲۳ء

کیا حضرت مسیح موعود نے کوئی ہجرت کی؟

لاہوری ڈاکٹر کی نئی تحقیقات

(ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب توجہ سے پڑھیں ؎)

اس وقت ہمارے سامنے پیغام ۲۶ مئی ۱۹۲۳ء ہے جو غالباً بہت سے دوستوں کی نظر سے گزرا ہوگا۔ یہ نمبر خاص طور پر مسیح موعود نمبر کے نام سے موسوم ہے۔ اس نمبر میں بہت سی عمدہ باتیں بھی ہیں۔ اور بہت سی سخت قابل اعتراض ہیں ؎

میرے پاس اس قدر وقت تو نہیں۔ کہ میں اس نمبر پر ایک لمبی تنقیدی نظر ڈال سکوں۔ لیکن مجھ کو لاہوری ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے مضمون کے آخری حصہ پر قلم اٹھانے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ آج تک لاہوری حضرات نے سینکڑوں شاخسانے پیدا کئے۔ بہت کچھ سلسلہ احمدیہ کے جسم کی تحلیل کرتے ہوئے نئی تحقیقیں کیں۔ حتیٰ کہ اس صحیح سالم جسم کو اپریشن روم میں لا کر رکھا۔ اب سوائے ڈاکٹری لیکچروں کے اس کا اٹھنا ہی محال ہو گیا۔ اسی طرح سے بعض وکیل حضرات لگ گئے۔ اور انہوں نے اپنی دفعات ایجاد کیں۔ گزشتہ چند سال میں بہت کچھ اس کی تاریخ میں تبدیلی پیدا کردی ؎

مجھ کو سخت ترین افسوس ہے ان لوگوں نے احمدیت کو کھیل بنا دیا۔ اور دینیات کے مسئلوں کے ساتھ وہ لوگ کھیلنے لگے۔ جن کو عربی زبان کا ایک لفظ سمجھنا بھی سخت مشکل ہے ؎

لاہوری حضرات کا سب سے مایہ ناز عربی دان مبلغ مرہم عیسیٰ ہے۔ جس کے مبلغ علم کی کیفیت بارہا پبلک کے سامنے آچکی ہے۔ اور میں نے سنہ ۱۹۱۸ء میں اس کے مالابار کے تبلیغی سفر کے حالات کے دوران میں خاص طور پر ان عربی فقرات کا ذکر کیا تھا۔ جو کہ اس نے وہاں پر استعمال کئے تھے ؎

الغرض وہ لوگ جو علوم عربیہ حقہ سے بالکل ناآشنا اور محض نابلد ہیں۔ ان کا دین کے معانی بیان کرنا۔ اور علوم روحانیہ کی تشریحیں کرنا سعی لاحاصل ہے ؎

اسلام۔ روحانیت یہ ڈاکٹری کے نسخے نہیں کہ حفظ کر لئے گئے۔ یا تعزیرات ہند کی دفعات نہیں کہ یاد کر کے کورٹ میں تقریر کر دی۔ یہ وہ گہرے علوم ہیں۔ جو کہ خدا خود انسان کو سکھلاتا ہے۔ اور اس طرح سے سکھلاتا ہے جیسے آنحضرت کو فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک یا موسیٰ کو دعا سکھائی۔ رب اشرح لی صدری۔ پس یہ فیضان خدا سے ان کے پاک بندوں کو ملتا ہے۔ اور وہ پھر اس عکس کو دنیا میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اور لوگ ان سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں ؎

جیسے پہاڑوں پر بارش پڑتی ہیں۔ وہاں سے دریا نکلتے ہیں۔ اور ان سے نہریں اور سوئے نکالے جاتے ہیں۔ اور پھر ان سے پینے کے لئے بالٹیاں اور گھڑے بھر لئے جاتی ہیں۔ اور جانوروں کو اور کھیتوں کو بھی سیراب کیا جاتا ہے ؎

غرض خدا کے فیوض کا منبع اکثر اوقات وہ بلند پہاڑ ہوتے ہیں۔ جن کا زمین اپنی پستی کی وجہ سے مقابلہ نہیں کر سکتی اگر اس پر کوئی وکیل جرح کر دے۔ کیونکہ لاہور میں ہائی کورٹ ہے۔ وکیل بہت رہتے ہیں۔ کہ بارشیں تو کھلے میدان میں بھی ہوتی ہیں۔ تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کھلے میدانوں کی بارش کا باعث پھر وہی بلند پہاڑ یا وسیع سمندر ہوتے ہیں۔ جن کو خدا نے اس قدر وسیع بنا دیا۔ کہ زمین ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہاں یہ درست ہے۔ کہ پانی کتوں اور بلیوں کے پینے کے لئے عام بھی مل جاتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ بارش کا نزول ان پر ہونے لگا ؎

پس وہ لوگ جن کو خدا نے ان روحانی علوم سے حصہ نہیں دیا۔ اور جن کو علوم عربیہ سے واقفیت نہیں

اور جو صلحا کی صحبت میں نہ بیٹھتے ہیں۔ اور نہ بیٹھنے دیتے۔ ایسے لوگوں کو ہرگز حق نہیں۔ کہ وہ علوم حقہ کی تشریحیں کرتیں اور خدا کی کلام کی تفسیریں کر کے دنیا میں فتنہ پھیلائیں کیونکہ کسی آدمی کا جان سے مار ڈالنا بہتر ہے۔ اسکی نسبت کہ اس کے دین اور ایمان کو تباہ کر دیا جائے۔ پس میں نہایت ادب سے لاہوری ڈاکٹروں اور وکیلوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ ازراہ کرم احمدیت کے پیچھے نہ پڑیں۔ اور اس کی تشریح و تبلیغ نہ فرمائیں۔ بلکہ بجائے اس کے کوئی مفید کام کریں۔ کیونکہ یہ کام آپ کا نہیں۔ اور نہ آپ لوگ اس کے اہل ہیں۔ اس عرض داشت کے بعد مجھ کو یہ عرض کرنا ضروری ہے۔ لاہوری ڈاکٹر نے ایک آخری عنوان حضرت مسیح موعود کی ہجرت کا ایک باب باندھا ہے ؛

ہجرت مسیح موعود

اور لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا تھا۔ کہ "داغ ہجرت" چنانچہ ان کو کئی ایک الہامات سے بتایا جا چکا تھا کہ ان کی وفات کے دن قریب ہیں۔ مگر اس آخری دفعہ جو آپ نے قادیان کو لاہور کے لئے چھوڑا۔ آپ کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ پھر زندہ قادیان واپس نہیں آئیں گے۔ جہاں آپ نے اس ہجرت پر حسرت کا اظہار کیا۔ مگر آخر جو مقدر میں تھا۔ پورا ہونا ضروری تھا "

یہ دو تین جوڑ عبارت ہے۔ جو کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھی ہے۔ اور جس کا ہر دوسرا لفظ پہلے کی تردید کرتا ہے :

قبل اس کے کہ میں اس کی تردید کروں۔ میں نہایت ادب سے جناب ڈاکٹر صاحب سے پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جناب من کیا آپ ہجرت کے معنے الہامی زبان میں جانتے ہیں کیا ہوتے ہیں؟ یا ہر سفر کو جو لاہور سے یہاں ہو۔ یا انار کلی تک ہو اس کا نام ہجرت ہے۔ اگر یہ ہجرت ہے تب تو دنیا میں ہر انسان لاکھوں کروڑوں ہجرتیں کرتا ہے۔ یا ہجرت سے مراد وہ سفر ہے۔ جس میں انسان واپس زندہ گھر میں نہ آئے۔ اگر ایسا ہے تو لاکھوں آدمی گھر سے باہر سڑکوں پر دوسرے شہروں میں ریل میں جہاز وغیرہ میں مر جاتے ہیں۔ کیا سب مہاجرین ہیں؟

پہلے ہجرت کے معنے جاننے اور پھر اتنا اہم مسئلہ پر قلم اٹھانا چاہئے تھا۔ کاش آپ نے کشمیری بازار سے حدیث کی کتاب عمدۃ الاحکام ہی پڑھی ہوتی۔ جو دو ورقہ کی کتاب ہے۔ تو آپ کو ہجرت کے معنے معلوم ہو جاتے۔ یا قرآن کریم ہی آ کر پڑھ لیتے۔ مگر افسوس کہ آپ کو کیونکر غیرت تھی حضرت خلیفۃ المسیح اول نے تو استاذی المکرم مولوی غلام رسول راجیکی کو مقرر کیا تھا۔ اور انہوں نے چھ سال تک کوشش کی۔ مگر آپ نے اس سے پڑھ کر کیا عذر تھا۔ کہ آپ صدر انجمن کے ممبر تھے۔ آپ کو غلام رسول ایک گجرات کا رہنے والا مولوی ہے جس سے علوم حقہ کے پتہ جانا ہی نہ تھا پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور فی الحقیقت اس بیچارے کا علم آپ تک کہاں پہنچ سکتا تھا جو تشریحات آپ کر سکتے ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب کو تو خواب میں بھی سمجھ نہیں آسکتی۔ خیر اگر آپ نے ان سے نہیں پڑھا۔ تو میں ہی کوشش کرتا ہوں۔ کہ آپ کے سامنے ہجرت کے چند واقعات رکھوں۔ جو انبیا کی زندگی میں پائی گئی ہے۔ انبیا کبھی ہجرت نہیں کرتے۔ جب تک خدا تعالے ان کو حکم نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالے کے آج تک دو قسم کی ہجرتیں انبیاء سے کرائی ہیں ؛

ایک جب کہ خدا تعالے کسی زمین کو اس کے گندگی کی وجہ سے ملعون قرار دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ وہاں عذاب اترے تو انبیا کو وہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم دیتا ہے جیسے نوح۔ لوط اور بعض انبیاء کے ساتھ اور ان کی قوم سے ہوا ؛

دوسرے خدا جب کسی زمین کے لوگوں میں صلاحیت کے آثار پاتا ہے اور چاہتا ہے۔ کہ اس کو کسی نبی کے پاؤں سے برکت دے۔ اور برخلاف جہاں نبی رہتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو قسی القلب پاتا ہے۔ تو ان لوگوں کی بے حقوقیوں کی وجہ سے خدا حکم دیتا ہے۔ کہ اے نبی تو ہجرت کر جا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح۔ یعقوب۔ یوسف علیہ السلام وغیرہ ؛

ہجرت کے دو اور اصول یاد رکھنے کے قابل امر ہے۔ کہ نبی جب کبھی ہجرت کرتا ہے۔ تو کسی قوم سے تنگ آکر خدا کے حکم کے ماتحت ہجرت کرتا ہے۔ اور اس کے جانیکے بعد چھوٹا بڑا عذاب آجاتا ہے جیسے موسیٰ کے بعد مصر پر ہلاکت آئی۔ مسیح کے بعد یہود کی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ آنحضرت کے بعد مکہ مغلوب ہو گیا ؛

دوسری بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی جب ہجرت کرتا ہے۔ تو خدا اس لئے اس سے ہجرت نہیں کراتا۔ کہ اس شہر میں اس کے مرنے کے لئے جگہ نہیں ہوتی۔ اور دوسری جگہ اس کو لے جا کر فوت کر دے۔ بلکہ خدا اس کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے ہجرت کراتا ہے کہ وہ جو گھر سے اس طرح ذلیل ہو کر نکلا۔ جس کو دنیا نے حقیر جانا وہی آخر خدا کا پیارا ثابت ہوا۔ پس کسی نبی کی زندگی میں ایسی مثال نہیں ملے گی۔ کہ اس لئے سفر کرایا جاتا ہے۔ کہ یہاں پچاس کوس کے فاصلے پر تجھ کو وفات دیں۔ بلکہ اس کی خوش کن زندگی ہجرت کے بعد اس سے بدل دی جاتی ہے۔ پس جب کہ ہجرت ان اصولوں سے بچ رہی ہے۔ تو یہ نئی قسم کی ہجرت کسی عقلمند آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ خدا تعالے محض اس لئے ہجرت کرائے۔ کہ چل تجھ کو وفات دیں۔ ڈاکٹر صاحب کم از کم کوئی اردو ہی کی کتاب لے کر انبیا کی زندگی دیکھو۔ کہ ہجرت ان کے اور ان کی قوم کے درمیان ایک معیار صداقت ہوتا۔ مرزا صاحب کی اسمیں کیا صداقت تھی۔ کہ جاتے ہی فوت ہو گئے مخالف پر ابتلا آگیا۔ لوگوں نے مضحکہ اڑایا۔ سوانگ بنا کر نکالے۔ اور خود تم لوگوں کی ہوش ماری گئی۔ اور اس امید پر کہ نور الدین بھی ایک آدھ سال میں چل دے گا اس کو خلیفہ بنا لیا۔ اور چھ سال تک اس کی جھڑکیاں کھائیں۔ اور پچھتاتے۔ بلکہ سنہ ۱۹۰۹ء میں ہی چاہا کہ خلافت توڑ ڈالے۔ مگر وہ تو کوئی ایسی چیز نہ تھی۔ جو تمہاری تدبیروں سے ٹوٹ جاتی۔ آخر چھ سال نہایت ندامت سے کاٹے۔ اور نور الدین اعظم کے فوت ہوتے ہی اس طرح بھاگے۔ کہ جس طرح کوئی بدکا ہوا گھوڑا قابو نہیں آتا۔ اور خلافت کا ایسا ہول دل میں بیٹھا۔ کہ قادیان کے نام سے روح لرزنے لگی۔ اور اپنی نجات اسی میں جانی کہ لاہور ہی میں بیٹھ کر زندگی کے دن پورے کریں۔ یہ خلافت ہی کی وجہ تھی۔ کہ قادیان تم کو سخت بری نظر آئی تھی۔ اور تم پھر قادیان میں داخل نہ ہوئے۔ اگر ہوئے تو اس طرح سے جس طرح سے کہ جنگل میں ہرن شکاری کو دیکھ کر ادھر ادھر بچ کر چلتا ہے اور چھپتا ہے۔ اسی طرح اگر قادیان آنا پڑا۔ تو اس طرح سے چھپ کر نکلے اور کترا کترا کر چلے۔ کہ مبادا خلافت کا وہی مجسمہ جس نے چھ سال تک سواری کر کے کمر توڑ دی۔ پھر نظر نہ آجائے۔ اور اب تو بالکل اس لومڑی کی طرح سے ان لوگوں کی حالت ہو گئی ہے۔ کہ جس کی دم کٹ گئی اور اس نے اس شرمندگی کو مٹانے کے لئے تقریر کی۔ کہ دم بہت بری چیز ہے۔ پس جب قادیان سے نکل گئے۔ جس کو خدا نے اپنے الہاموں سے نوازا تھا۔ تو اس ندامت کو مٹانے کے لئے کبھی تو رنگ رنگ کے مسئلے پیدا کئے۔ اور کبھی کبھی قادیان پر لاہور کو فضیلت دینے لگے۔ بیشک ان لوگوں کے لئے قادیان سے لاہور افضل ہے۔ جس کے طفیل اس مصیبت عظیم (نعوذ باللہ) سے نجات حاصل کر کے حریت کی ہوا کھائی۔

اب اور ترقی کہ مسیح موعود نے وہاں ہجرت کی! حالانکہ ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ سے باریک باتوں کے سمجھنے کیلئے موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اتنا نہ سمجھا کہ حضرت کو الہام ہوتا ہے۔ "داغ ہجرت" یہ وہ ہجرت ہی جس کو خدا نے داغ قرار دیا اب اس کے معنے یا تو یہ ہیں۔ کہ اس سفر کو خدا نے اچھی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اس ہجرت مزعومہ کو خدا تعالے نے داغ قرار دیا۔ اور لاہور کے مقام کو ایک لعنتی مقام قرار دیکر فرمایا۔ کہ ہجرتیں تو ہماری رضا کے لئے ہوتی ہیں۔ مگر یہ ہجرت ہمارے منشا کے خلاف ہے۔ اس لئے داغ ہے۔ اور نعوذ باللہ اس کی سزا یہ ملی کہ آپ کو فوت کر دیا گیا۔ اور فوت بھی ایسے وقت کہ پیغام صلح بھی پڑھ نہ سکے۔ ڈاکٹر صاحب: خدا کے لئے لاہور کی شان کے لئے ایسے الہام نہ گھڑو۔ جو لاہور کو لعنتی مقام قرار دیں۔ اور خدا کے مسیح موعود کی طرف ایسی باتیں منسوب نہ کریں۔ ورنہ خدا کے عقاب سے ڈرو۔ کہ وہ بہت سخت ہے ؛

ڈاکٹر صاحب: کیا خدا کے برگزیدہ خدا کے حکم خلاف ایسی ہجرتیں کیا کرتے ہیں جو داغ کہلائیں۔ افسوس پھر کیا وہ مقام کبھی معزز و مکرم ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں

ہرگز نہیں۔ پھر کیا تم حضرت مسیح موعود کی وفات کا نام سزا رکھوگے۔ نعوذ باللہ۔ کیا یہی تمہاری احمدیت ہے۔ اور اس حد تک تم بیباک اور دلیر ہو گئے۔ خدا کے لئے ہوش کرو۔ اور دنیا کو گمراہ مت کرو۔

اگر اس کی تشریح کرو۔ کہ یہ داغ قادیان کے لئے تھا۔ تو یہ معنے اس کے کسی عقلمند آدمی کے نزدیک ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ معنے کہ اس جگہ کے لئے داغ جہاں سے ہجرت ہوئی۔ ایک لغو معنے ہونگے۔ لیکن آپ کے دماغوں سے بعید نہیں۔ کہ یہ معنے کرو۔ تو یاد رکھو۔ یہ خدا کے الہام کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کو قادیان کی نسبت الہام ہوا ہے

زمین قادیان اب محترم ہے۔ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

پھر الہام ہوا۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ پھر اس جگہ کے لئے الہام ہوا۔ وسع مکانک۔ پھر اس جگہ کے لئے الہام ہوا۔ یاتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق۔ پھر اس جگہ مقبرہ بہشتی بنایا۔ اور اس جگہ منارۃ المسیح بنایا۔ پھر اس جگہ کے لوگوں کی نسبت الہاماً فرمایا۔ اصحاب الصفہ وما ادریک ما اصحاب الصفہ ترٰی اعینھم تفیض من الدمع۔ یصلون علیک۔ پھر اسی جگہ خدا نے آپ کا سلسلہ نسل چلایا۔ اور الہام ہوا۔ کہ ینقطع اباءک ویبدء منک۔ پھر الہام ہوا انی معک ومع اھلک۔ غرض کس قدر لکھوں۔ کیا کچھ قادیان کی شان میں کہا۔ اور کیا کچھ اس کو بڑائی دی۔ پھر اس جگہ مسیح موعود کو مقبولیت دی۔ پھر کیسے یہ متضاد الہام جو پہلے اس قدر الہاموں کے بلکہ بالکل خلاف خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہو۔ پھر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب کہ تمہارے معانی کے لحاظ سے حضرت نے قادیان سے ہجرت کی۔ اور خدا نے وہ ہجرت بھی ایسی کرائی کہ وہیں آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انبیاء تو جب کسی زمین میں ہجرت کی اس کا چھوڑا نہیں وہیں فوت ہوئے اور وہاں ہی دفن ہو گئے۔

پھر تم نے یہ کیا بے وقوفی کی۔ کہ خدا نے تو ہجرت اس لئے کرائی۔ کہ وہ احمدیہ بلڈنگ میں فوت ہوں۔ اور تم خدا کے اس فعل کے خلاف خدا کے برگزیدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اسی جگہ چھوڑ گئے۔ جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی۔ اور تم نے خود اس کی ہجرت کو توڑ دیا اور خدا کے فعلوں کے خلاف کیا۔

ڈاکٹر صاحب! آپ نے مسیح موعود کی صحبت میں بہت رہنے والے شخص ہیں۔ آپ کو یہ فخر ہے۔ کہ آپ نے بچپن سے مسیح موعود کو قبول کیا۔ اور اس بچپن کا ذکر ہمیشہ فخر سے کرتے ہیں۔ شاید اس سے مراد ہو۔ کہ حضرت کی سے کوئی نسبت ٹھہر جائے۔ مگر یہ سعی لاحاصل ہے آپ کا ایمان بچپن کا تھا۔ اس لئے وہ ہمیشہ کمزور ہی رہا۔ آپ کو یہ بھی فخر ہے۔ کہ [illegible] کی مرہم پٹی آپ ہی نے کی تھی۔ اور آپ کے لئے بہت سے امور واجب فخر ہی ہیں میری غرض ان کے دہرانے پر یہ ہے اور آپ کے لئے اس قدر مقرب ہونے کے دن رات الہامات الٰہی سننے کے پھر آپ نے اتنا نہ جانا۔ کہ خدا قادیان پر لاہور کو ترجیح دے رہا۔ اور دیتا کیوں نہ جب کہ اس میں ڈاکٹر صاحب اور خواجہ صاحب اور شاہ صاحب اور شیخ صاحب کے مکانات تھے۔ پھر تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ خدا لاہور کا مرتبہ بلند نہ کرتا۔ پھر آپ نے دیکھا۔ کہ انی احافظ کل من فی الدار کا الہام بھی خواجہ صاحب کے مکان میں ہوا۔

پھر آپ نے دیکھا۔ کہ خدا کا مسیح فوت بھی وہاں ہوا۔ تم نے کیوں نہ مسیح موعود کو اس مقدس زمین میں جہاں آپ بزرگوں کے مکانات تھے دفن کیا۔ اور اگر ایسا کرتے تو بہت کچھ جھگڑے ختم ہو جاتے اور ایک فضیلت اور بھی قائم ہو جاتی۔

لیکن شاید آپ نے اس لئے نہ کیا ہو۔ کہ احمدیہ بلڈنگ میں قبر پرستی نہ ہو۔ مگر مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت موجودہ پروگرام ذہن میں نہ تھا ابھی یہ بے رقعتی ہوئی۔ کہ اس جگہ خدا کے مسیح کو پھر پہنچا دیا جہاں سے ہجرت کی تھی۔ کندھوں پر اٹھا کر لا چھوڑا اور اس امر کا بھی لحاظ نہ کیا۔ کہ خدا نے اس جگہ کو داغ قرار دیا ہے۔ اگر کہو کہ اس وقت تم نے الہام نہ سمجھا تھا۔ تو اب زمانہ مسیح سے بعد ہو جانے کے بعد تم میں یہ طاقت کہاں سے آ گئی۔ کہ الہامات سمجھنے لگو۔ اور یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جس جگہ چار پانچ عارف ہوں جن کے لئے خدا نے اپنی مقدس بستی کو چھوڑ دیا۔ جن کے لئے مسیح موعود کو ہجرت کرائی وہ الہام نہ سمجھ سکے ہوں۔

الغرض تمہارے لئے ہر صورت میں ایک موت ہے۔ اگر تم نے سمجھا تو بھی اور اگر نہ سمجھا تو بھی۔

داغ ہجرت کے معنے

آؤ میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ کہ داغ ہجرت کے کیا معنے ہیں۔ آپ نے اپنی تحریر میں لکھا ہے۔ کہ حضور کو داغ ہجرت الہام ہوا درست ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ انبیاء کی ساری زندگی معجزانہ ہوتی ہے۔ اور ان کا ایک ایک کام معجزانہ ہوتا ہے اور ان کی آواز بھی خدا کی آواز ہوتی ہے۔ پس مسیح موعود کو بہت سے الہام اپنی وفات کی نسبت ہو چکے۔ جیسے الہام ہوا۔ الرحیل ثم الرحیل۔ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار۔ قرب اجلک المقدر۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ نے یہ شعر شروع کیا۔ تو اس کے لئے الہام ہوا۔ "داغ ہجرت" تو اس ہجرت سے وہ ہجرت مراد تھی۔ کہ جس سے واپسی نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی وفات جس کا پہلے الہاموں میں ذکر ہے۔ تو خدا نے اس وفات کو داغ کے لفظ سے پکارا۔ جیسے بیٹے کی وفات کو داغ کہتے ہیں۔ اور تکلیف دہ چیز کے نشان کو داغ کہتے ہیں اس طرح سے خدا نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے متعلق داغ کا لفظ بیان فرما کر اس قسم کا درد پر غم کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ یہ اسلامی مسئلہ ہے۔ کہ خدا اپنے محبوں کی روح قبض کرنے پر خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ لیکن سنۃ اللہ کو بھی تبدیل نہیں کرتا۔

پس اس الہام کا مطلب یہی تھا۔ کہ ہم تیری وفات پر افسوس کرتے ہیں۔

پھر لاہور کیوں گئے

اب سوال یہ ہے۔ کہ جب یہ ہجرت نہ تھی۔ اور ان کو علم بھی تھا۔ کہ لاہور جا کر فوت ہو جاؤں گا۔ تو وہ گئے کیوں سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جیسے میں نے کہا۔ کہ ان کی زندگی معجزانہ ہوتی ہے۔ ویسے ہی ان کے افعال ہوتے ہیں۔ مسیح موعود جانتے تھے۔ کہ میرے بعد لاہوری حضرات کیا کریں گے۔ اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ یہ احمدیت کو کس طرح سے نقصان پہنچائیں گے۔ اس لئے مسیح موعود نے قادیان سے اس لئے سفر کیا۔ کہ لاہور جا کر آخری دفعہ ان لوگوں پر اتمام حجت کریں۔ اور پھر پیغام صلح لکھا۔ اور ایسے وقت فوت ہوئے۔ کہ اس کو پڑھ نہ سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ تا کہ اس کو خواجہ اس طرح سے پڑھے جس طرح خلیفہ اوّل نے اپنی وصیت مولوی محمد علی صاحب سے پڑھوائی تھی۔ مگر فرق یہ تھا کہ خلیفہ اول نے اپنی زندگی میں [illegible] سے خلافت کا اقرار لیا۔ اور مسیح موعود نے پیغام صلح ہزاروں آدمیوں میں پڑھوایا۔ اپنی وفات کے بعد۔

کیوں! خلیفہ اوّل کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ میری وفات سے قبل یہ شخص خلافت کے خلاف کھڑا ہوگا۔ اس لئے اپنی زندگی میں اس سے اقرار کرایا۔ کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

اور مسیح موعود کو خدا کی طرف سے یہ علم دیا گیا تھا۔ کہ خواجہ میری وفات کے بعد جماعت کی دو پارٹیاں کرنے کا بانی ہوگا۔ اس لئے اس سے یہ مضمون پڑھوایا گیا اور ہزاروں آدمیوں کے سامنے تا کہ خواجہ کو یہ علم دیا جائے۔ کہ خواجہ جو شخص دنیا میں امن کا شہزادہ ہو کر آیا۔ اور جس نے ہندوؤں کو بھی صلح کا پیغام دیا۔ وہ ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کی جماعت میں شقاق وافتراق ہو۔ اس لئے دیکھ تو اس مضمون کو پڑھتا ہے۔ اور ہندوؤں کو پیغام صلح دے رہا ہے اپنی جماعت کا بھی خیال رکھنا۔ مگر اس نے اس طرح کیا۔ جس طرح مولوی محمد علی نے کیا۔ اور مسیح موعود کی طرف سے ہندوؤں کو صلح کا پیغام دیا اور جماعت میں میں کیا کر رہا ہوں۔ پس ایک بڑا کام یہ تھا۔ جو مسیح موعود نے لاہور کے سفر پسند نہیں تھا۔ کیونکہ ان کو لاہوری حضرات کا انجام معلوم ہو چکا تھا۔

چنانچہ خود ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کی تحریر کی مطابق۔ آپ نے اس تحریر پر اظہار رنج نہیں فرمایا اور خدا نے بھی الہام داغ ہجرت فرمایا۔ اور یہ بات نتیجہ بھی

کہ حضرت مسیح موعود ہرگز لاہور نہیں جانا چاہتے تھے۔ بلکہ اس سفر میں حضور نے قادیان کی دھوپ کے متعلق بھی فرمایا۔ کہ اے مسیح تو نے اس سفر کو خوشی سے نہیں۔ بلکہ نہایت تکلیف سے کیا ہے۔ اور تیرے دل پر اس کا اثر ہے۔ کیونکہ مسیح موعود کو لاہوری حضرات کا انجام معلوم ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ غمگین تھے۔ پس یہ دوسرے معنے ہیں۔ داغ ہجرت کے

پھر دوسری وجہ سفر کی یہ تھی۔ کہ مسیح موعود احمدیہ بلڈنگ فوت ہو کر بتلا دیں۔ کہ احمدیت اس جگہ سے فوت ہو گئی اور خدا نے مقدر یہ کیا تھا۔ کہ وہ مسیح موعود کا جنازہ مبارک قادیان چھوڑ جائیں۔ اور اس کے معنے یہ ہوں کہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ اتنا بھی نہیں رہے گا۔ کہ جیسے کسی کا کسی قبر سے ؛

پس مسیح موعود کا سفر لاہوری حضرات کے آیندہ زندگی کے انکشاف کے لئے تھا ؛

تیسرے معنے

ہاں اس کے ایک تیسرے معنے بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ ایک ایسی ہجرت جو کہ داغ ہے تو مسیح موعود فوت ہوئے۔ اور لاہور کو چھوڑ کر پھر قادیان تشریف لائے۔ پس حضرت اقدس کئی دفعہ لاہور گئے تھے۔ وہ سفر تو مبارک تھے۔ مگر یہ سفر داغ تھا۔ ان کے لئے جن کے ہاں سے آخری دفعہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ حضرت کا وہاں سے نکلنا تھا۔ کہ وہ مکانات خفیہ سازشوں کے مرکز بن گئے۔ اور مسیح موعود کی جماعت کی تخریب کے سامان وہاں شروع ہو گئے ؛

پس یہ ہجرت لاہوریوں کے لئے داغ تھی بدنما دھبہ تھا۔ جس کا اظہار آسمان پر کیا گیا ؛

میں نے اوپر بتلایا ہے۔ کہ نبی کی ہجرت کے بعد چھوٹا یا بڑا عذاب آیا کرتا ہے۔ پھر دیکھیو۔ کہ وہ چھ سالہ خلافت کس طرح سے ان کے لئے عذاب جان بنی رہی۔ کیا یہ عذاب کم تھا۔ اگر یہ الہام قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔ تو قادیان والوں کے لئے تو خلافت رحمت تھی۔ انہوں نے پہلے خلیفہ کے بعد پھر خلیفہ چنا۔ اور اس کو رحمت جانا۔ اور قادیان دن بدن بڑھتی چلی گئی

داغ ہجرت کے چوتھے معنے

ہاں یہ ہجرت داغ تھی۔ کس کے لئے۔ مولوی محمد علی کے لئے جس نے نیک ارادوں کے ساتھ قادیان کی ہجرت توڑ کر لاہور میں ہجرت ثانیہ کی۔ پس خدا نے الہاماً مسیح موعود کو بتلایا کہ ایک شخص نے ہجرت کی تھی۔ مگر تیرے بعد وہ ایک اور ہجرت کرے گا۔ جو کہ اس کے ماتھے پر ہمیشہ داغ کے رنگ میں جھلکتی رہے گی ؛

پانچویں معنے

پھر اس کے ایک اور معنے بھی تھے۔ وہ یہ کہ ایک جماعت کے دنیائی باتوں کی طرف پرواہ نہ کرتے ہو۔ کہ تجھ کو قبول کیا تھا۔ اور اپنے اوپر ایک اور ہجرت وارد کی تھی۔ مگر تیری وفات کے بعد وہ پھر ایک اور ہجرت کریں گے۔ حتی کہ تیری وفات انکے گھر میں ہو گی۔ جو وہاں سے احمدیت کے نکل جانے کی دلیل ہو گی۔ یعنی تیری روح کے ساتھ وہ روح جو آسمان سے ان کے لئے اتری تھی پرواز کر جائے گی۔ اور وہ مجھ سے ایسے بے تعلق ہو جائیں گے۔ کہ تیرے جسم مبارک کو بھی وہاں نہ رکھیں گے ؛

پس ان کی ہجرت ایک داغ ہو گی۔ جو ہمیشہ صفحات تاریخ پر نظر آتی رہے گی ؛

یہ ہیں اس الہام کے معنے پس ڈاکٹر صاحب یہ الہام تو سراسر تمہارے لئے خلاف تھا جس کو تم اپنی فضیلت میں بیان کر رہے ہو ؛

ایک اور بات خواجہ صاحب کے مکان کی نسبت وعدہ

ڈاکٹر صاحب نے آخر میں خواجہ کمال الدین صاحب پر ایک اور احسان کیا۔ کہ اس جگہ الہام ہوا۔ انی احافظ کل من فی الدار جیسے قادیان کے گھر کی نسبت ہوا تھا ؛

ڈاکٹر صاحب نے جو کہ الہامات کو بالکل نہیں سمجھتے اپنی عقل کے مطابق پھیرنے کی کوشش کی ہے ؛

میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ جس جگہ کوئی الہام ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس جگہ کے لئے ہی نہیں ہوتا مثلاً الہام ہو زلزلہ آئے گا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جس جگہ الہام ہوا ہے۔ اس جگہ زلزلہ آئے گا بلکہ الہام کی تشریح اللہ تعالیٰ ملہم کو سکھاتا ہے۔ اور یا پھر اسکے ظہور سے پتہ لگتا ہے۔ اگر یہ الہام خواجہ صاحب کے مکان کی نسبت تھا۔ تو کیوں حضرت صاحب نے دوسرے ہی دن اس مکان کو خالی کر کے خدا کے حکم کے خلاف کیا خدا نے خواجہ صاحب کے مکان کی نسبت فرمایا۔ انی احافظ کل من فی الدار اور حضرت صاحب اس کو چھوڑ کر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں چلے گئے یہ تو ایک معمولی انسان بھی نہیں کر سکتا۔ کہ خدا صریحاً اس کو مخاطب کر کے ایک کہے۔ اور اس کے خلاف کرے چہ جائیکہ تم مسیح موعود پر یہ الہام باندھتے پھرو۔ کہ الہام سے دوسرے دن دوسرے مکان میں اٹھ گئے۔ یہ کہنے سے بات نہیں بنتی۔ کہ وہ مکان بالکل ملحق تھا (یعنی صرف دس منٹ کی گلی درمیان میں تھی) ہاں یہ کہو کہ الہام کی تشریح مسیح موعود کو یہ سکھائی گئی تھی۔ کہ ڈاکٹر سید صاحب کا مکان بھی اس الہام کے اندر ہی داخل ہے۔ مرزا صاحب! خدا کے لئے خوف کریں یہ دلیریاں اچھی نہیں ؛

حضرت مسیح موعود کو اگر یہ الہام اس مکان کیلئے ہوا تھا۔ تو اس کے معنے یہ تھے۔ کہ تیری وفات اگر تو اس مکان میں رہے نہیں ہو گی۔ کیونکہ میں اسمیں تیرا محافظ ہوں۔ مگر پھر مسیح موعود نے دوسرے دن اس کو چھوڑا۔ کیا وہ خود وفات چاہتے تھے۔ بلکہ حقیقت یہ تھی۔ کہ اس الہام کے بعد مسیح موعود نے اس مکان کو چھوڑ کر بتلا دیا۔ کہ یہ الہام اس مکان کے لئے نہیں ورنہ میں اسمیں رہتا۔ بات یہ تھی۔ کہ حضرت کو یہ فکر تھا۔ کہ میرے مکان کی نسبت جو وعدے تھے۔ وہ میری زندگی کے بعد بھی رہیں گے یا نہیں۔ تو خدا نے تسلی دی۔ انی احافظ کل من فی الدار تو فکر نہ کر تیرے مکان کے وعدے اسی طرح قایم رہیں گے کیونکہ پہلے وہ فرما چکا تھا۔ انی معک و مع اھلک پس یہ الہام قادیان کے گھر کے لئے تھا۔ اور حضرت نے اس لئے خواجہ کا گھر چھوڑا۔ تا دنیا پر ظاہر ہو۔ کہ یہ الہام اس گھر سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور خود اس کو چھوڑ دیا۔ اور بتلایا۔ کہ جس طرح سے میں اس گھر میں سے نکل کر چلا گیا۔ اسی طرح میرا ذکر اور میری محبت ان کے اندر سے نکل جائیگی۔ سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں جا کر وفات پائی اور بتلا دیا۔ کہ احمدیت اسی گھر میں آج فوت ہو گئی ؛

اس کے بعد پھر قادیان آپ کا جسد مبارک تشریف لایا اور بتلا دیا۔ کہ جس طرح میں روحانی طور پر قادیان میں رہتا تھا۔ جسمانی طور پر بھی میرا لاینفک تعلق قادیان سے ہے۔ اور کسی جگہ سے نہیں خدا کے لئے ڈاکٹر صاحب ان الہامات پر توجہ کریں اور اپنے عقاید میں تبدیلی پیدا کریں اور افسوس کریں۔ کہ جس جگہ خدا کا مسیح فوت ہوا۔ اور جسے اس نے اپنے عمل سے مہر کر دی۔ کہ یہاں احمدیت مر گئی۔ وہاں انہوں نے مکان بنایا۔ اللہ تعالیٰ صلاحیت کی توفیق دے ؛

خاکسار فرخ محمود احمد۔ از قاہرہ

روئداد مباحثہ قصبہ بھونگاؤں ضلع مین پوری مابین احمدیہ و آریہ سماج

مناظر احمدی۔ جناب خواجہ جلال الدین صاحب شمس، ایچ۔ اے ؛
مناظر آریہ سماج۔ پنڈت مہاشہ رام چندر صاحب سکریٹری آریہ سماج دہلی زرگر ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بفضل خدائے رحیم و قدیر
کریم و حلیم و سمیع و بصیر

۲۵ جون ۱۹۲۳ء کے بعد ایک اشتہار منجانب آریہ سماج قصبہ مذکور کو ملا جس میں جماعت احمدیہ قادیان کو [illegible]

تاریخ مندرج تھا۔ اور تحریر تھا۔ کہ ۲۰ تاریخ سے قبل اگر شرائط مباحثہ طے کر لئے جائیں۔ کیونکہ ۲۱ جون سے جلسہ شروع ہو ۲ جولائی تک ہوگا۔ بمجرد پہنچنے اشتہار مذکور بالا صدر مقام آگرہ جناب خواجہ جلال الدین و جناب مبلغ یوگندر پال صاحب مشنری سابق جناب شیخ محمد عمر صاحب تعلیمیافتہ گروکل کانگڑی ۲۷ جون کو قصبہ مذکور میں جا کر پہنچے۔ اور فوراً مضمون اشتہار شرائط مباحثہ کا مطالبہ کیا۔ جس کا جواب ملا۔ کہ منتری لیاقت نہیں۔ اس لئے اس وقت ممکن نہیں۔ بربناء اشتہار مکرر تاکیدی مطالبہ کیا گیا۔ لیکن سیکرٹری صاحب نے بلحاظ اشتہار مجبوراً تحریر شرائط طے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ منتری صاحب کے آنے پر شرائط طے ہونگے۔ ۲۸ جون کو واپس آگئے۔ پھر تحریر بھیجی گئی۔ منتری صاحب کا عدم میں پتہ چلا۔ غرض بہت سے رد و بدل حیلہ حوالہ کے بعد شرائط پیش ہوئے۔ شروع ہوا لیکن سا وقت اس میں ضائع کیا گیا۔ کہ مباحثہ تحریری ہو یا تقریری۔ الغرض بہزار رد و قدح تحریری مباحثہ بدیں خلاصہ شرائط قرار پایا۔ کہ ۲۰ اعتراضات قرآن کریم کے مکمل الہامی کتاب نہ ہونے کی نسبت منجانب آریہ سماج خوشخط سیاہی سے لکھ کر دے جائیں۔ اور پھر جواب پر تنقید کا پرچہ تحریر کر کے بعد دستخط مناظر و محافظ دیدیں۔ جو کسی ایک کے پاس بحفاظت رکھے جائیں۔ اور پھر جواب پر تنقید کا پرچہ تحریر کر کے آریہ مناظر بھیجدے جس کا جواب الجواب لکھ کر اسی طرح مناظر احمدی بھیج دے۔ گویا دو پرچہ اعتراض کے اور جواب کے قرآن کریم کے متعلق ہونگے۔ یعنی یہی وید کے متعلق چار پرچہ اعتراض و جواب کے تحریر ہونگے۔ اور جواب آریہ مناظر کریگے

۲۹ جون اسی ہیر پھیر میں گذاری۔ ۳۰ تاریخ کو جملہ شرائط محفوظ کر دیے جائیں۔ دوسرے روز ساڑھے نو بجے جوابات کا پرچہ جانبین کو دیا جائے۔ جس پر ڈیڑھ گھنٹہ میں تنقید ہوگی۔ اور ایک دوسرے کے پاس بھیجدی جاویگی۔ اور فوراً ہی اس کا جواب الجواب ڈیڑھ گھنٹہ میں لکھا جائیگا۔ اور محفوظ کر دیا جائیگا اور دو جولائی پانچ بجے شام کو یہ پرچہ جلسہ گاہ میں اول وید بعد ازاں قرآن پاک کے متعلق پڑھے جائینگے جو ہر ایک مناظر سنائیگا۔ ۲۹ و ۳۰ جون تک گرد و نواح سے دیگر احباب بھی حسب الحکم آگئے تھے۔ مولوی عبدالقدیر صاحب بی۔ اے۔ ملک محمد اسمٰعیل صاحب بی۔ اے۔ ایس سی۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی سٹوڈنٹ۔ سید ارشد علی صاحب لکھنوی۔ مولوی فضل محمد صاحب۔ میاں سلطان محمد صاحب۔ میاں محمد شفیع صاحب۔ لال محمد صاحب۔ اور خاکسار قادیانی

یکم جولائی کو بجائے ٹھیک وقت مقررہ پر سات بجے صبح اعتراضات کے پرچے لے کر وہاں سماج کے پاس پہنچ گئے۔ حسب شرائط پرچہ اعتراضات طلب کیا۔ لیکن بعذر و برخواست کبھی عذر شرعیہ۔ کبھی الزامی جواب۔ کبھی ہندی سے اردو میں ترجمہ کرانیکی وجہ۔ غرض بمشکل سوا آٹھ بجے پرچہ ملا جس کا جواب مفصل خدا کے فضل سے وقت معینہ کے اندر تحریر کیا گیا۔ بخلاف اس کے آریہ مناظر نے خلاف شرط جواب ہندی میں کاربن سیاہی کا کاغذ لگا کر پنسل سے لکھ کر بھیجا۔ جو ہمارے آدمی کیا ان کے اور بندہ سے بھی نہ پڑھا گیا۔ ہر چند کہا گیا۔ کہ یہ شرائط و عمل اول کے سراسر خلاف ہے۔ مگر وہاں کون سنتا تھا۔ جب کہ وہاں بصورت راہ فرار پیدا کی جا رہی تھی۔ غرض بدقت خوشامد و داور سے کام نکالا۔ اور اگرچہ وہ پرچہ بھی اس سراسر ہٹ دھرمی اور دور از حیا فعل سے نادم و شرمندہ تھا۔ چند وقت اس کے اردو کرانے میں صرف ہوا۔ اور پھر جواب تحریر کیا گیا۔ اور یہ جوابات بھی حسب قاعدہ حوالہ دائین لکھے گئے۔ چونکہ اس روز بھی ۵ بجے شام سے ان کے لیکچر تھے۔ لہذا ہم خود بھی شریک جلسہ ہوئے مہاشہ رام چند بہت متانت اور سنجیدگی سے شدھی کی روئیں بیان کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ کہ ہندو بھائیوں کو چاہئیے۔ کہ جلد سے جلد دس بیس نہ پر آپ کو شدھ کریں کیونکہ تمہارے بچھڑے بھائی دروازہ پر ہاتھ اٹھائے کھڑے ہیں۔ جب تک چھوت چھات کی رکاوٹ دور نہ کروگے۔ تب تک یہ شدھی کوئی چیز نہیں۔ اور فرمایا کہ جب تک مسلمان صاحبان اوروں کو ہضم کرتے رہے۔ تو کوئی چیخ و پکار نہ تھی۔ اب جو ذرا ہمارا ہاضمہ درست ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے بچھڑے بھائی ہم سے مل رہے ہیں۔ تو وہ خفا ہو رہے ہیں۔ غرض ایسے ہی مضامین پر لیکچر ختم ہوا۔ اس کے بعد پنڈت کالی چرن اٹھے اور تقریر شروع کی۔ ہمارے روبرو تک تو ادھر ادھر کی مثالوں سے ہندوؤں کی ترقی کی ہدایات اور بڑھنے کے لئے تیار کرتے رہے۔ مگر جب ہم لوگ بوقت مغرب چلے آئے۔ تو بعد میں دریافت ہوا۔ کہ پنڈت جی مہاراج نے بہت کچھ خوب زہر اگلا۔ اور کہا کہ جس طرح شنکراچاریہ نے بدھ مذہب کے پیروؤں کو جلا دیا تھا۔ یہی صورت تم ان سے (یعنی مسلمانوں سے) اختیار کرو۔ یہ ہیں جیو کے محافظوں کے ارادے۔ جو کہ خبث باطنی سے اندر ہی اندر سڑ کر مردار کی طرح اس قدر پھول گئے ہیں۔ کہ بالآخر حلق تک آکر پھول پھوڑ کی نہیں سکتے۔ اندر نکل ہی پڑتے ہیں۔ لیکن ہم بفضل تعالیٰ یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ گانا۔ بجانا۔ اشتعال انگیز گیت گائے۔ جن میں تقریباً ایک شعر یہ بھی تھا۔

جہاں میں جو کر رہے تھے کل تک دھرم سے [illegible] گئو کا کٹنا
وہ آج بن کر فتح محمد۔ گلے پہ چھریاں چلا رہے ہیں

ہر چند کہ پنڈت کالی چرن کا آخری حصہ تقریر زیر دفعہ ۱۰۷ و ۱۰۸ ضابطہ فوجداری قابل گرفت تھا۔ مگر مقامی پولیس کا علم بھی لائق تحسین ہے۔ کیونکہ دریافت ہوا ہے کہ وہ قوم کے کائستھ اور قصبہ مذکور میں رشتہ داری اور منہا آمدیہ ہیں۔ ۲ جولائی صبح سات بجے پرچہ تنقید حسب شرائط ہو چکے۔ جواب الجواب کا قصد کیا۔ تو دیکھا کہ مہاشہ رام چند صاحب نے جو سماج کے تازہ مناظر ہیں حسب عادت۔ پیشہ قدیم۔ بہ پابندی وید کہ عدم جیسا کہ یکم جولائی کے لیکچر میں ہاضمہ کی درستی کا اقرار فرما چکے تھے تنقید جواب کی طوالت میں فتق دار جواب تحریر کرنا تو کجا بننے سے سوالات ہضم ہے۔ گوشت پوست ہضم کر گئے۔ مگر تو وہ اپنے سریع الہضم نہ مہاشہ جی کا ابھی باقرار ان کے ہاضمہ قابل دید تو وہ وقت جاگنی تھا۔ جب کچہری بھی لکھنے پڑے۔

چار بجے ہم لوگ تحریرات وغیرہ سے فارغ ہو گئے۔ بوجہ مصروفیت روٹی وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ لہذا کچھ ستو کچھ نمکین روٹی کھا کر پانی پیا۔ اور نمازیں ادا کر کے درگاہ رب العزت میں بدعائے استعانت کی [illegible] لگ گئے۔ جلسہ گاہ میں مناظر و سامعین و دیگر معززین اہل اسلام وہاں ہندو جمع ہو رہے تھے۔ پورا مجمع تھا۔ سکرٹری صاحب سبھا نے اٹھ کر ایک ہندو صاحب کو پریذیڈنٹی کے لئے پیش کیا۔ اور اس طرح ہم لوگوں کو اپنے انتخاب کرنیکو کہا۔ مگر ہم قادیانی اٹھ کر شرائط مباحثہ سے شروع منافی [illegible] چونکہ سکرٹری صاحب سبھا اس وقت اس شرط کو باختیار خود تبدیل کرتے ہیں۔ جس کا ان کو حق نہیں۔ مگر ہم اس کو بھی منظور کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصد احقاق حق و ابطال باطل اظہار صداقت اور انکشاف حقیقت ہے۔ یہ خلاف ورزی کیوں ظہور میں آئی۔ پرچہ جات کی تحریر سے مہاشہ جی چند اپنی سچائی اور حق پر ہونے کی قوت کا اندازہ کر چکے تھے۔ جو ہر طرف سے ان کو ہلاکت ہی ہلاکت نظر آرہی تھی۔ چونکہ ایک پریذیڈنٹ حکم کی شان رکھتا ہے۔ اور مقابلہ پر اس کی رائے ایک حد تک آخری اٹل فیصلہ ہوگی۔ اگر ترحم و تعصب بھی فرمایا۔ تو ابھی سے جیت [illegible] اور مہاشہ جی کی صفائی و ملمع سازی کی قلعی دھوئیں کی طرح اڑ جائے گی۔ اور وہ کھوٹی چاندی کیا کانسی بھی نہ ثابت ہوگی۔ بالآخر میں نے اپنی طرف سے جناب راجہ مہادی یار خاں صاحب رئیس کو سمہ کو انتخاب کیا۔ اور جماعت کی جانب سے ان سے استدعا کی۔ جس کو انہوں نے شرف قبولیت بخشا۔

بعد ازاں نوجوان شیر سعادت شجاعت آفتاب خلافت مولانا شمس اٹھے۔ اول شرائط مباحثہ پڑھ کر سنائیں۔ اور فرمایا۔ چونکہ مقصد و غرض مناظرہ و جلسہ عام کی اظہار حقیقت ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ جو بات پیش کی جائے۔ از ابتدا تا انتہا اس کو سنایا جائے۔ تاکہ اس کی برائی بھلائی کا موازنہ ہو سکے۔ لہذا مناسب ہے۔ کہ ہر سوال کو اس کے جواب تنقید جواب الجواب پر ختم کر کے پھر دوسرا سوال شروع کیا جائے۔ جو پرچے والا مستفید ہو مہاشہ جی جن کے لئے یہ ایک زود [illegible] ہلاہل کا جام تھا

گپ گوارا کر سکتے تھے۔ کہ ان کے سالہا سال کی چڑھائی ہوئی ڈھول ٹھوکہ کا پول۔ آج اس قدر جلد ایک طفل نوخیز احمدی بچہ کے ہاتھوں میں کھلونا بنجائے آخر ایسے اکھڑ گئے۔ گویا اکر گئے۔ مجبوراً بعد از تشہد و تلاوت۔ حمد و ثنا اعتراض و نقائص۔ وید کے مکمل الہامی کتاب نہ ہونے اور اس کی تعلیم فطرت و شرافت انسانی کے خلاف ہونے پر مشرح و مصرح بیان فرمائے۔ جنہیں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مفسرین و مترجمان وید۔ سوامی دیانند صاحب۔ و دیگر ودوان پنڈت منی۔ پرانو رشیوں کی کتب معتبرہ کے حوالجات سے ثابت کیا۔ کہ نہ وید الہامی کتاب نہ اس کے حامی برگزیدہ نہ اس کی زبان مستند نہ یہ لائق عمل۔ نہ اس کا عمل ذریعہ نجات۔ تقریباً پون گھنٹہ میں جملہ اعتراض ختم ہوئے۔ آریہ مناظر نے اٹھکر بجائے جوابات سنانے کے قرآن کریم پر اعتراض سنانا چاہے۔ اور بجائے اس کے کہ اپنی گھڑی گھڑائی کارگیری وقت پر دکھائیں اور کھٹائی میں ڈالنا چاہا۔ مگر یہ تو مندرجہ شرائط تھا۔ جہاں کھرا کھوٹا مل ہی نہیں سکتا تھا۔ نوجوان شیر اسلام نے رعد کی طرح گرج کر روک دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ بجائے جوابات اعتراضات سنائے جائیں۔ تا جوابات کے وقت تک سامعین کو اعتراضات یاد نہ رہیں۔ جو حق و باطل کا مقابلہ کر سکیں اور صحیح و غیر صحیح میں امتیاز نہ ہو سکے۔ ہر چند مہاشہ جی اپنی جنگ زرگری میں ہاتھ پاؤں مار لئے (کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے) مجبور و مایوس مہاشہ مرجھائے۔ شکست کھائے اٹھے۔ دو دو جوابات سنانا شروع کئے۔ کہیں تو کیا سنائیں۔ تو کس کو بہت سنبھلے سنبھالے۔ ہاتھ پاؤں چلائے۔ بگڑ بگڑ کر بنے تو اور بگڑے جب عذر گناہ بدتر از گناہ کہہ چکے تو بیٹھ گئے۔ تنقید جواب نے دوبارہ جو مہاشہ جی پر دلائل و مسائل کے بار کی جنا جن دی۔ تو اب جواب الجواب میں بجز سلگنے اور اندر ہی اندر جلنے کے کیا ہو سکتا تھا۔ خیر لیجئے اب آپ کا بھی وار آگیا۔ کمر بستہ ہوں۔ دھوتی کسیں اور وار کریں۔ قرآن کریم پر موصوف نے اعتراضات شروع کئے۔ مگر قوت بیان کہاں سے لائیں۔ کہ جوابات نے پہلے ہی گلے میں پھانسی لگا رکھی ہے۔ یہ نظارہ بھی قابل دید تھا فرمایا قرآن میں ہے۔ کہ حاملہ اونٹنی پہاڑ میں سے نکلی۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے لکھا ہے۔ کہ ماں۔ بہن۔ بیٹی سے زنا کرے۔ تو اس پر حد شرعی نہیں۔ اسلام میں حیوانوں سے زنا جائز ہے۔ غرض نیوگ پر پردہ ڈالنے کے لئے جہاں تک ہو سکا اپنے اسی ایک چلتے ہوئے آلہ سے یعنی افترا پردازی و جعلسازی سے جو ویدک دھرم کی حقیقت ہے کام لیا۔ مگر آفتاب حق کے روبرو تنہا مہاشہ جی ہی مہا پشیمانی کی کٹھالی میں پگھلتے رہے۔ اور کوئی داؤ کام نہ آیا۔ جواب دیا گیا۔ کہ اگر یہ باتیں کوئی قرآن و حدیث یا معتبر کتاب میں سے دکھاؤ۔ تو دو ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ آخر کار جب کہ جواب الجواب کا وار آیا۔ اور برق خنداں کی طرح صدائے حق صاعقہ بن کر باطل کو تباہ و بے دم کرنے لگی تو مولانا ممدوح کے الفاظ دلاویز گویا مشعلہ ہائے کفر سوز تھے زبان خوش بیان یا مشین گن شرر فشاں تھی:

سرکوب ایسی چوٹ تھی وہ۔ وار پار کی
گویا کہ سو سنار کی اور اک لوہار کی

کیفیت سامعین نرالا منظر تھی۔ ہر مومن کا چہرہ مسرت سے فرحاں و شاداں۔ ہر منکر کی حالت لرزاں و ترساں چہرہ پژمردہ۔ دل افسردہ۔ مختصر یہ کہ [illegible] حال کی تصدیق انشاء اللہ ملاحظہ مباحثہ سے ہو سکتی ہے۔ جس کی ضرورت ہو۔ کہ جلد طبع ہو کر تقسیم عام ہو میں [illegible] دردمندان اسلام توجہ فرماویں۔

نظم

ہوئی فضل خدا سے وہ عیاں شان جلال الدین
دکھایا کفر نے کٹ کٹ کے فرقان جلال الدین
ادھر تو نوجوان و نونہال گلشن احمد ہو
پھر اس پر رحمت حق شوکت و شان جلال الدین
طفیل حضرت محمود جن پر جان و دل قربان
ہوا ہر مومن و مسلم پہ احسان جلال الدین
عجب تھا حق و باطل کا تقابل شان حق دیکھو
عدو منہ ڈھانپتا تھا لیکے دامان جلال الدین
کہوں کیا دشمن دیں روبہ مکار تھا۔ پھر تو
ہوا جب نام حق سے گرم میدان جلال الدین
لنگوٹی وید کی نیوگی کی ڈھیلی ہو گئی دھوتی
کھلا جب کفر کش وہ پاک قرآن جلال الدین
مقابل سالخوردہ گرچہ اک پاپی پرانا تھا
مگر اس دم نہ تھا طفل دبستان جلال الدین
ہر اک مومن کا دل اسلام کی خوبی کو سن سنکر
مسرت میں دل و جاں سے تھا قربان جلال الدین
جنیو کا پڑا ہر پا تھا اک اک کے ہوئے دو دو
چلی جب منکروں پر تیغ برہان جلال الدین
پڑی پوری۔ کچوری کی طرح پھولے ہوؤں پر جب
نکال آئی یہ اک کی دال بریان جلال الدین
دعا ہے قادیانی کی مرے پیارے خدا تجھ سے
پھلے پھولے قیامت تک گلستان جلال الدین

خاکسار:۔ قاسم علی قادیانی از بھوں گاؤں ضلع مین پوری

اطلاع

تمام خریدار اپنا حساب صاف کر کے مشکور فرماویں

مینجر الحکم قادیان

عینک سے نجات

اصل ممیرے کا سرمہ اور ممیرا مصدقہ مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب

یہ سرمہ ککروں کیلئے ابتدائی موتیابند۔ جالا۔ پھولا۔ پڑبال و آنکھوں سے ہر وقت پانی جاری رہتا ہے نظر کمزور ہو جانے کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ خاص تولہ ممیرا پانچ روپیہ تولہ ترکیب استعمال صبح و شام دو دو سلائیاں آنکھوں میں ڈالی جاویں اگر کسی شخص کو مفید ثابت نہ ہو۔ بشرطیکہ اسنے باقاعدہ پندرہ روز تک متواتر استعمال کیا ہو سرمہ واپس کر دے۔ میں اس کی قیمت واپس کر دونگا۔ اس کے مجرب ہونے پر چند شہادتیں علاوہ میرے ذاتی تجربہ کے پیش کرتا ہوں:

(۱) میں نے جناب سید احمد نور صاحب احمدی کابلی مہاجر قادیان کا سرمہ آزمایا اور بفضلہ تعالیٰ بہت ہی مفید پایا ہے حضرت والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بہت کمزور ہو گئیں اس سرمہ سے ان کو غیر معمولی فائدہ ہوا (محمد اسمٰعیل۔ مولوی اسمٰعیل مولوی فاضل و منشی فاضل)

(۲) میں نے سرمہ ممیرا بھائی احمد نور مہاجر قادیان سے لے کر دو ہفتہ تک استعمال کیا۔ اب خدا کے فضل سے میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ نہایت ہی مجرب اور اعلیٰ درجہ کا سرمہ ہے (اللہ دین احمد سالق گز ہانگ کانگ توپخانہ چینی)

(۳) میں نے سنہ ۱۹۱۴ء شہر ملتان میں عینک آنکھوں پر لگائی تھی۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء میں جناب احمد نور سے سرمہ درجہ اول لیکر استعمال کیا۔ اور خاکسار نے عینک کو اتار دیا ہے اب عینک کی کوئی ضرورت نہیں (خاکسار محمد علی کلیانپوری ضلع لائلپور ڈاکخانہ گگوال کساب)

(۴) میں نے میاں احمد نور صاحب کابلی سے دو دفعہ سرمہ خریدا۔ جس کو میں نے بہت مفید پایا اور دیگر لوگوں نے بھی مجھ سے لیکر کئی جگہ استعمال کیا سب نے اس کی تعریف کی یہ سرمہ بہت عمدہ اور قابل قدر ہے (عبد الرؤف ہیڈ کلرک ہائی سکول قادیان ۱-۷-۲۲)

(۵) احمد نور صاحب کابلی کا سرمہ ممیرا بارشاد ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ایک ہفتہ لگایا تھا۔ بحکم خدا اب بالکل آنکھیں اچھی ہیں اور نظر بالکل کامل ہو گئی ہے۔ سو میں اس سرمہ کے مجرب ہونے پر گواہی دیتا ہوں (خادم حضرت خلیفۃ ثانی۔ شیر علی دربان)

(۶) میں نے سرمہ ممیرا تیار کردہ بھائی احمد نور صاحب قادیانی خود استعمال کیا اور نیز اپنے عزیز رشتہ داروں کو بغرض استعمال دیا۔ میں نے اس سرمہ کو مفید پایا میرے ایک عزیز کی آنکھوں میں جلن ہوا کرتی تھی جو خدا کے فضل سے اس سرمہ کے ایک ہفتہ استعمال کرنے سے بہت قدر بہتر ہوا فقط فضل کریم مستری حیدرآباد دکن۔ سب سے اچھا وقت استعمال کا صبح کے وقت دو دو سلائی استعمال کریں قیمت قسم اول عہ فی تولہ قسم دوم ۸ فی تولہ

سید احمد نور احمدی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

دوالنظر

اخلاق محمدی حصہ اوّل

میں نے مکرم شیخ عبدالرحمن صاحب دہرسنگ ہیڈ ماسٹر کے کام کو ہمیشہ رشک اور عزت کی نظر سے دیکھا ہے۔ سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک جوش اور تڑپ رکھتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے متعدد کتب و رسالجات نہایت قابلیت کے ساتھ لکھے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے وہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ حال میں انہوں نے اخلاق محمدی کے نام سے ایک کتاب تین حصوں میں لکھی ہے جس کی پہلی جلد ۱۴۰ صفحہ پر چھپکر شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب ہر طبقہ اور ہر عمر کے مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ خصوصیت سے طالب علموں اور نوجوانوں کو اسکا پڑھنا بہت ہی سودمند ہے۔ میرے خیال میں اس قسم کی کتابیں اسلامی مدارس میں بطور درسی کتب کے پڑھانی چاہئیں۔ مؤلف کی حوصلہ افزائی اسی میں ہے کہ کثرت سے اس کتاب کو شائع کیا جاوے۔ پہلے حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ ماسٹر عبدالرحمن (دہرسنگ) بی۔ اے قادیان سے درخواست کرنے پر ملے گی۔

آریہ مذہب کی حقیقت

مکرمی شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی یہ جدید تالیف ہے۔ شیخ صاحب آریہ مذہب کے متعلق ایک ماہر خصوصی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جب سے انہوں نے نور جاری کیا ہے اس باطل مذہب کی تردید کیلئے علاوہ اخبار کے متعدد رسالے اور ٹریکٹ لکھے ہیں۔ فتنہ ارتداد کے انسداد میں کام کرنیوالوں کے لئے یہ کتاب لاریب ایک کاری حربہ اور ہتھیار ہے۔ یہ کتاب ۱۷ مختلف ابواب پر منقسم ہے اور ہر ایک باب بہت محنت اور کوشش سے لکھا گیا ہے۔

مجھ کو افسوس ہے کہ میں اپنے ہیڈ کوارٹر سے باہر ہونے کیوجہ سے جلد اس کتاب پر نوٹس نہ لے سکا۔ بہتر ہوگا کہ یہ کتاب علاقہ ارتداد اور علاقہ مخصوصہ کے مسلمانوں میں پھیلائی جاوے تاکہ وہ اس سانپ کی کچلیوں کو توڑ ڈالیں جو اسلام پر حملہ آور ہوا ہے۔ شیخ صاحب نے اس کتاب کی اشاعت میں یہ امر بھی مدنظر رکھا ہے کہ وہ اسکی بکری میں سے ہر فی کتاب ملکانہ فنڈ میں دیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی اشاعت بیک کرشمہ دو کار کی مصداق ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ غیر مجلد۔ مجلد عہ ایڈیٹر صاحب نور سے ملے گی۔

اسوہ صحابیات

میں بلا خوف تردید کرتا ہوں کہ بعض فرزندان ندوۃ تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں بہترین کام کر رہے ہیں۔ انہیں سے مولوی عبدالسلام ندوی کا نام خصوصیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ مولوی عبدالسلام صاحب کے قلم سے حال میں اسوہ صحابیات کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں ازواج مطہرات۔ بنات طیبات اور عام صحابیات کی زندگی کے مذہبی۔ اخلاقی۔ معاشرتی واقعات تعلیمی اخلاقی اور علمی خدمات کی تفصیل دی ہے۔ یہ کتاب مستورات کے لئے نہایت مفید اور کار آمد ہے۔ اسلامی زنانہ سکولوں میں اس قسم کی کتابیں داخل درس ہونی چاہئیں۔ کتاب نہایت عمدہ کاغذ پر خوبصورت چھاپی گئی ہے۔ افسوس ہے کتاب پر کوئی قیمت درج نہیں۔ مگر میں کتاب کی نوعیت اور مضمون کے لحاظ سے کہتا ہوں کہ جس قیمت پر بھی ملے خریدنا چاہیئے۔ مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈھ سے درخواست کرنی چاہیئے۔

مکرمی ماسٹر قادر بخش صاحب مرحوم لودہانوی

۱۰؍ جولائی ۱۹۲۳ء کو مکرم ماسٹر قادر بخش صاحب لودہانوی نے یکایک انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط ماسٹر صاحب عزیز مکرم مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے والد ماجد تھے۔ ایڈیٹر الحکم کو ذاتی طور پر مرحوم سے ۱۸۸۹ء سے نیاز حاصل تھا۔ اور یہ تعلقات دن بدن مضبوط ہوتے گئے۔ یہانتک کہ ہم روحانی طور پر ایک باپ کے بیٹے ہو گئے۔ شروع شروع میں جب تعلیم الاسلام مدرسہ کھولا گیا تو ماسٹر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اور وہ نہایت شوق اور اخلاص کے ساتھ سلسلہ کی خدمت سمجھ کر مدرسہ تعلیم الاسلام میں آئے۔ اور جب تک رہے مدرسہ کی بہتری اور بھلائی میں کوئی دقیقہ انہوں نے باقی نہ رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان کو ایک عاشقانہ نسبت تھی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی محبت و اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ لدہیانہ کی جماعت کے لئے وہ بطور ایک روح کے تھے آپکی وفات سے لدھیانہ کی جماعت کو بہت بڑا نقصان پہونچا ہے۔ مگر رحیم و کریم خدا کے فضل سے ہمیں توقع ہے کہ وہ لوگ جو جماعت کے ذمہ وار عہدہ دار ہیں ماسٹر صاحب کی اس جدائی کا خاص طور پر احساس کر کے جماعت کی ترقی کے لئے پہلے سے زیادہ کوشش کرینگے۔

میں پہلی مرتبہ حلقہ ارتداد کو ایک وفد لیکر گیا۔ تو لدھیانہ کے سٹیشن پر وہ جماعت کو لیکر ملے۔ اور مجھ کو الگ کر کے فرمایا کہ چند لفظوں میں جماعت کو توجہ دلاؤ کہ وہ مشین کی طرح کام کرنیوالی ہو جاوے۔ ہمارا کام بہت مشکل اور اہم ہے۔ کل دنیا سے ہمارا مقابلہ ہے ہمکو بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ تم ضرور کچھ نہ کچھ کہو میں چاہتا ہوں کہ بار بار جماعت کو یاد دہانی ہوتی رہے۔ چنانچہ میں نے مناسب موقعہ ریلوے سٹیشن پر ایک تقریر کی۔ مجھ کو ماسٹر صاحب کے ان الفاظ نے یقین دلایا کہ یہ شخص اب بکلی دنیا سے قطع کر کے رو بخدا ہو چکا ہے۔ اور سلسلہ کی محبت اور اشاعت کے جوش میں گداز ہو گیا ہے۔

ماسٹر صاحب پر اس سے پہلے بیماری کا حملہ شدید ہوا تھا۔ اور میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ ہے جو انکی علالت کے تار نے یہاں پیدا کیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو خاص توجہ تھی۔ عزیز مکرم مولوی رحیم بخش صاحب روانہ ہوئے تو خیال تھا کہ وہ شاید بعد وفات پہونچیں۔ مگر خدا کے پیارے خلیفۃ المسیح کی دعاؤں نے مسیحائی کی اور ماسٹر صاحب تندرست ہو کر قادیان آ گئے لیکن اس مرتبہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے ۱۱؍ جولائی ۲۳ء کی صبح کو آپ کا جنازہ یہاں حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام جماعت کو لیکر پڑھا۔ اور خود کندھا دیا۔ اور مقبرہ بہشتی تک ساتھ گئے اور دفن کرنیکے بعد دعا کر کے واپس آئے۔ ماسٹر صاحب کے وجود سے جو فوائد لدھیانہ کی جماعت کو پہونچتے تھے اور سلسلہ کے لئے آپ کا وجود جس حد تک مفید اور بابرکت تھا۔ اسپر نظر کر کے ہم اسکو ایک بڑا صدمہ یقین کرتے ہیں۔ مگر اس حیثیت سے کہ خدا تعالےٰ نے انہیں اپنے محبوب آقا کے قدموں میں پہونچا دیا۔ اور ایمان اور اخلاص کے ساتھ انکا خاتمہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے خود جنازہ پڑھا۔ اور کندھا دیا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ اپنا مخلص فی الدین مولوی رحیم بخش صاحب جیسا بیٹا سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر گئے ہیں۔ انکی موت خوشی کی موت اور مبارکباد کے قابل ہے۔ ماسٹر صاحب کے خاندان سے انکے وجود اور ذات کی حد تک انکی علیحدگی سخت صدمہ ہے) ہمیں پوری ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر جمیل عطا فرما دے۔ اور مرحوم کو اپنی رضا کے مقام پر اوٹھائے۔ اور انکے مدارج کو بلند کرے۔ آمین۔ میں مرحوم کے حالات پر مختصر سا آرٹیکل دوسرے وقت بتوفیق الٰہی شائع کرونگا۔ انشاء اللہ العزیز :-

جنازہ غائب کی درخواست

مدرسہ تعلیم الاسلام کے پرانے اور قدیم خادم منشی عبدالرؤف صاحب (بھیروی) کلرک کے دو بھائی میاں فضل الٰہی و میاں غلام احمد صاحب یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے ہیں دونوں بھائی نہایت مخلص اور جوشیلے احمدی تھے اور سالانہ جلسہ پر لازماً آنا ضروری سمجھتے تھے۔ منشی عبدالرؤف صاحب کو ایسے مخلص اور بزرگ بھائیوں کی وفات سے سخت صدمہ پہونچا ہے لیکن مومن خدا تعالیٰ کی قضاء سے صلح کر کے بہت بڑے انعامات کا وارث ہو جاتا ہے۔ منشی عبدالرؤف صاحب جماعت کے احباب سے چاہتے ہیں کہ انکے بھائیوں کا جنازہ غائب پڑھا جاوے۔ امید ہے احباب اپنے مدرسہ کے خادم قدیم کی درخواست کو عزت اور قدر کی نظر سے دیکھینگے۔